رجسٹرڈ ایل نمبر ۹۶۶

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بشارت دی کہ اک بیٹا ہے تیرا جو ہوگا ایک دن محبوب میرا
کرونگا دور اس مہ سے اندھیرا دکھاؤنگا کہ اک عالم کو پھیرا
بشارت کیا ہے اک دل کی غذا دی فسبحان الذی اخزی الاعادی

سب سے پہلا جو معجزات کو قادیان دارالامان ضلع گورداسپور ملک پنجاب سے بلا ناغہ

فاروق

Ferozepore City

نمبر ۳۹-۴۰ یوم پنجشنبہ مورخہ ۹-۱۶ دسمبر سنہ ۱۹۲۰ء جلد ۵

سلسلہ کی خبریں

۱۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ بخیریت ہیں۔

۲۔ جلسہ کی تیاریاں زور شور سے ہو رہی ہیں گرانی اشیاء کے باعث اخراجات میں دوچند اضافہ ہو گیا ہے احباب بیش از بیش مصارف جلسہ کیواسطے روپیہ فراہم کرکے ناظر صاحب بیت المال کے پاس جلد تر ارسال کریں

۳۔ اخبار دو ہفتہ کا اکٹھا شائع کیا جاتا ہے اسلئے کہ فاروق پریس میں آجکل وہ بے بہا نظم اعلیٰ پیمانہ پر چھپ رہی ہے جو سیدنا امیر المومنین نے جماعت کے نوجوانوں کے لئے خاص انعام کے طور پر قلمبند فرمائی ہے۔ اسکے بعد ۲۳ دسمبر کا پرچہ اس سال کا آخری پرچہ ہوگا۔

ترک موالات اور احکام اسلام

حضرت خلیفۃ المسیح نے جو کتاب ترک موالات پر بروئے اسلام تحریر فرمائی ہے وہ اپنی نوعیت اور موجودہ شورش ترک موالات کی اصلیت ظاہر کرنے میں بے نظیر ہے اسکو چشم حق بین اور بنظر انصاف پڑھنیوالا بشرطیکہ اسکی ضمیر مردہ ہو۔ فوراً تسلیم کر لیگا۔ کہ حامیان ترک موالات لوگونکو ایسی ہلاکت کیطرف لیجا رہے ہیں کہ اگر اسوقت خدا کے مقرر کردہ خلیفہ کی ہدایت پر کان نہ رکھینگے تو انکی نسلوں تک اسی ہلاکت میں غرق ہو جائینگی۔ ہمارے دوستوں کا اسوقت خیر خواہی خلائق کیواسطے اصل ہدایت انتساب کتاب کو حامیان ترک موالات اور انکی سمجھانیوالوں میں بکثرت پہیلانا ہے یہ کتاب دفتر تالیف و اشاعت قادیان سے بقیمت ۸؎ علاوہ محصول ڈاک ملتی ہے۔

ضرورت

دفتر فاروق کے لئے ایک ایسے کاتب کی ضرورت ہے جس کا اردو اور عربی خط نہایت عمدہ ہو اور محنتی جفاکش ہو مستقل ملازمت کی صورت میں ساٹھہ روپیہ ۶۰ ماہوار تنخواہ سالانہ ایک ماہ کی رخصت مہینے میں ہر جمعہ کی تعطیل دیجائیگی کارگذاری دو کاپی یومیہ دینی ہوگی۔ درخواستیں بنام منیجر فاروق قادیان ضلع گورداسپور آنی چاہئیں۔

اطلاع ۔ جو پروگرام پہلے معزز الفضل میں شائع ہوا تہا وہ تبدیل و ترمیم ہو کر دوسرا پروگرام بنایا گیا ہے جو اگلے صفحہ پر درج ہے۔

پروگرام سالانہ جلسہ ۱۹۲۰ء

پہلا دن ۲۶ - دسمبر ۲۰ء (اتوار)

تلاوت قرآن مجید و نظم	۹½ بجے سے ۱۰ بجے تک
اسلام کا طریق تبلیغ بمقابلہ دیگر مذاہب جناب مولوی رحیم بخش صاحب ایم اے	۱۰ بجے سے ۱۱ بجے تک
مسیح موعود کے احسانات جناب حکیم خلیل احمد صاحب	۱۱ بجے سے ۱ بجے تک
نماز ظہر و عصر	۱ بجے سے ۲½ بجے تک
نظم	۲½ بجے سے ۳ بجے تک
صداقت مسیح موعود جناب حافظ روشن علی صاحب	۳ بجے سے ۵ بجے تک

دوسرا دن ۲۷ - دسمبر ۱۹۲۰ء (پیر)

تلاوت و نظم	۹½ بجے سے ۱۰ بجے تک
اسلام و دیگر مذاہب جناب شیخ عبدالرحمن صاحب	۱۰ بجے سے ۱۲½ بجے تک
ثناء اللہ کے ساتھ آخری فیصلہ جناب میر قاسم علی صاحب	۱۲½ بجے سے ۱ بجے تک
نماز	۱ بجے سے ۲½ بجے تک
نظم	۲½ بجے سے ۳ بجے تک

تقریر حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ - ۳ بجے شروع ہوگی

تیسرا دن ۲۸ دسمبر ۲۰ء (منگل)

تلاوت و نظم	۹½ بجے سے ۱۰ بجے تک
رپورٹ ہائے صیغہ جات	۱۰ " " ۱ " "
نماز	۱ " " ۲½ " "
نظم	۲½ " " ۳ " "

تقریر حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ۳ بجے شروع ہوگی

چوتھا دن ۲۹ - دسمبر ۲۰ء (بدھ)

تلاوت و نظم	۹½ بجے سے ۱۰ بجے تک

اختلافات مبائعین و غیر مبائعین جناب قاضی محمد یوسف صاحب پشاوری

پنجابی وعظ۔ جناب مولوی غلام رسول صاحب راجیکی

خاکسار۔ ناظر تالیف و اشاعت قادیان

عاقبت اندیشی

گھر کے دروازہ میں اک مرد ظریف
تھا کھڑا کیا دیکھتا ہے اک شریف
سر پہ دستار اک بڑی رکھے ہوئے
جبہ لمبا پاؤں تک پہنے ہوئے
دوڑتا باہر سے آیا ہانپتا
کچھ نہ بولا سیدھا اندر گھس گیا
چہرہ اُس کا زرد تھا لب خشک تھے
ہاتھ پاؤں کانپتے تھے خوف سے
بندھ گئی گھگھی نہ کر سکتا تھا بات
اُس سے پوچھا ہو گئی کیا واردات
آپ کو کس کا ہے ڈر سچ تو کہو
کیا کسی کا خون کر کے آئے ہو
میں نہ خونی ہوں وہ بولا اور نہ چور
پکڑے جاتے ہیں گدھے باہر بزور
پکڑے جاتے ہیں گدھے بیگار میں
سنو۔ گدھے درکار ہیں سرکار میں
آپ تو۔ اُس نے کہا انسان ہیں
اور خدا کے فضل سے باشان ہیں
گر گدھے جاتے ہیں پکڑے آپ کو
کیا تعلق اُن سے اے فرخندہ خو
یہ تو کہئے کونسی شئے آپ کی
ملتی جلتی ہے گدھے سے اے اخی!
کیا بڑے احمق ہیں سرکاری نفر
آپ کو وہ فرض کر لینگے جو خر
یہ جواب اُس نے دیا بیجے قیاس
آپ جیسے سب نہیں مردم شناس
جب پکڑ لینگے مجھے بازار میں
اور لے جائینگے پھر سرکار میں
بے تمیزوں سے پڑے گا سابقا
آپ کو کس جا پھرونگا ڈھونڈتا

فائدہ

شکل میں یہ شخص گو انسان تھا
عقل میں لیکن خر دہقان تھا
تھا بظاہر گو متین آدمی
تھی گدھوں سے اُس کو نسبت باطنی
بیوقوفی کا مگر اُس کے خیال
کے نتیجات سے اچھا نکال
احتیاط انسان کو ہر دم چاہئیے
ہے مناسب اس کو وہ ڈرتا رہے
یہ نہ سمجھے بچہ ہوں میں مجھے
ڈر ہے کس کا کون فکروں میں پڑے
یہ نہ سمجھے میں نہیں ہوں جب بڑا
کون ہو گا میرا دشمن پھر بھلا
تو بھلا۔ ہے پر بُرے بھی ہیں بہت
جو نہیں رکھتے ہیں خوف عاقبت
نیش عقرب کی طرح وہ اے عزیز
نیک و بد میں کچھ نہیں کرتے تمیز
اثر دہے جس کی کہ خلقت میں ہی
ایک سی ہے خویشی و بیگانگی

یتامی پر رحم کرو

کئی بار فاروق میں احمدی یتامی کیلئے پارچات سرمائی کی درخواست کیگئی مگر بجز ایک مرد باہمت مکرمی شیخ مشتاق حسین صاحب رئیس گوجرانوالہ جنہوں نے روئیدار دو اسکٹیں نہایت اعلیٰ بنوادیں کسی بزرگ نے خیال نہیں فرمایا۔ اب جلسہ سالانہ پر آنیوالے ذی مقدور صاحب وسعت دوستوں سے گذارش ہے کہ وہ یہاں آتے ہوئے جو بستره لیکر آئینگے اگر انہیں ایسے لحاف بنوا کر لائیں جو جلسہ کے دنوں میں خود استعمال کریں اور جاتے ہوئے یتامی کو دیجائیں تو انکی سردی آرام سے کٹ جائیگی صرف پندرہ لحافوں اور پندرہ توشکوں کی ضرورت ہے جو ہمارے تیس دوستوں کے ذریعہ پوری ہو سکتی ہے۔ اگر ایک ایک چیز بنوا کر لے آئیں اور واپسی پر یتیموں کو دیجائیں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

اخبار فاروق

قادیان دارالامان مورخہ ۱۹ دسمبر ۱۹۳۰ء

کلام الامام

گذشتہ اشاعت سے آگے

غرض یہ بات بالکل صاف ہے کہ مسیح موعودؑ کو اللہ تعالےٰ اُس وقت بھیجے گا۔ جب صلیب کا غلبہ ہوگا جس سے مراد یہ ہے کہ صلیبی دین کا فتنہ بڑھا ہوا ہوگا۔ اسکی اشاعت اور توسیع کے لئے ہر ایک قسم کے حیلوں کو کام میں لایا جاوے گا اور دنیا میں وہ ظلم و زور جس کا دوسرے لفظوں میں شرک اور مردہ پرستی نام ہو سکتا ہے پھیلایا جاوے گا۔ اسوقت اللہ تعالےٰ نے جس شخص کو بھیجے گا اُس کا کام یہی ہوگا کہ اُس ظلم و زور سے دنیا کو پاک کرے اور مردہ پرستی اور صلیب پرستی کی لعنت سے دنیا کو بچاوے۔ اسطرح جبکہ وہ صلیب کو توڑیگا۔ بظاہر یہ تناقض معلوم ہوتا ہے کہ اُس کے کاموں میں سے یضع الحرب بھی لکھا ہے کہ وہ لڑائیاں نہ کرے گا اور صلیب کے توڑنے میں لڑائیوں کی ضرورت ہے؟ یہ تناقض سطحی خیال کے آدمیوں کو نظر آتا ہے اور جنہوں نے مسیح موعودؑ کی آمد اور بعثت کی غرض کو ہرگز نہیں سمجھا حالانکہ یضع الحرب کا لفظ ہی کسر صلیب کی حقیقت کو بتاتا ہے کہ اس سے مراد جیسا کہ میں نے ابھی بیان کیا ہے لکڑی یا دوسری چیزوں کی صلیبوں کو توڑنا نہیں بلکہ صلیبی ملت کی شکست ہے اور ملت کی شکست بیّنہ اور براہین سے ہوگی۔ جیسا کہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے لیھلک من ھلک عن بیّنۃ

بہر حال ہمارے مخالف علماء جو مخالفت میں اسقدر غلو کرتے ہیں۔ اگر ٹھنڈے دل سے اور خدا تعالےٰ کے حضور حاضر ہونے کا یقین رکھکر ان باتوں کو سوچتے تو یقیناً ان کو اس کے سوا چارہ نہ ہوتا کہ وہ مسیح کے پیچھے ہو لیتے۔ وہ دیکھتے کہ صدی کا سر آگیا بلکہ اسمیں سے انیس سال گذرنے کو آگئے ہیں اور صدی پر مجدد کا آنا ضروری ہے ورنہ اس سے رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی تکذیب لازم آتی ہے۔

اور جب وہ نصاریٰ کے فتنہ پر نظر کرتے تو ان کو نظر آتا کہ اس سے بڑھکر اور کوئی آفت اور فتنہ اسلام کے لئے کبھی پیدا نہیں ہوا ہے۔ بلکہ جب سے نبوت کا سلسلہ شروع ہوا ہے۔ ایسا خطرناک فتنہ کبھی نہیں اٹھا فلسفیانہ رنگ میں الگ طبعی رنگ میں الگ۔ مذہب پر زد ہے۔ ہر شخص جو کسی فن میں کسی علم میں کوئی دسترس رکھتا ہے وہ اسی پہلو سے اسلام پر حملہ کرنا چاہتا ہے۔ مرد عورتیں واعظ ہیں اور وہ مختلف تدابیر سے اسلام سے بیزاری پیدا کرنی چاہتے ہیں۔ اور عیسائیت کیطرف لوگوں کو مائل کرتے ہیں۔ شفاخانوں میں جاؤ تو دیکھوگے کہ دوا کے ساتھ عیسوی دین کا وعظ ضرور کیا جاتا ہی اور بسا اوقات ایسا ہوا ہے کہ بعض عورتیں یا بچے شفاخانہ میں علاج کے لئے داخل ہو گئے ہیں۔ اور پھر انکا پتہ اُسوقت تک نہیں ملا جب تک وہ عیسائی ظاہر نہیں کئے گئے۔ سادھوؤں کے رنگ میں وعظ کرتے ہیں۔ غرض کوئی طریقہ دکھو اندازی کا ایسا نہیں جو اس قوم نے اختیار نہ کیا ہو۔ اب اس فتنہ پر اُنکی نگاہ ہوتی تو ماننا پڑتا کہ اس فتنہ کی اصلاح اور مدافعت کے لئے کوئی شخص خدا کیطرف سے ضرور آنا چاہیئے۔ قرآن کریم کیطرف سے بے توجہی اور لاپرواہی پر نظر کرتے تو کہتے کہ نحن لہ لحافظون کے وعدہ کے موافق ضرور کوئی محافظ قرآن اس وقت آنا چاہیئے۔

اور پھر سلسلہ خلافت موسوی اور سلسلہ خلافت محمدی کی مشابہت پر نظر ہوتی تو ماننا پڑتا کہ اسوقت چودہویں صدی میں ایک خاتم الخلفاء ضرور آنا چاہیئے۔

اسطرح پر ایک نہیں بہت سی باتیں ہیں جو ان لوگوں کی ہدایت اور رہبری کا موجب ہو سکتی تھیں مگر نفس پرستی کی وجہ سے تعصب اور ضد سے اُنھوں نے انپر غور نہیں کیا۔ اور مخالفت اختیار کی۔

ان امور کا جو میں پیش کرتا ہوں وہی انکار کر سکتا ہے جو گھر سے باہر نہیں نکلتا۔ اور حجروں ہی میں پرورش پاتا ہے۔ جو شخص کہتا ہے کہ فتنہ نہیں ہوا تو میں اُسکو متعصب ہی نہیں سمجھتا بلکہ وہ بے ادب اور گستاخ ہے جس کے دل میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی عزت و تکریم کا خیال نہیں ہے۔ اور اس سے بیخبر محض ہے مگر عقلمند اور دین سے واقف سمجھتا ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے کبھی اس فتنہ کو خفیف نہیں سمجھا۔ اور حقیقت میں خفیف نہیں۔ میں بار بار اس امر پر اسی لئے زور دیتا ہوں کہ لوگوں کو اس امر پر اطلاع ملے ان کا ایک ایک پرچہ اگر دیکھا جاوے تو وہ ایک ایک لاکھ نکلتا ہے۔ وہ وسائل اشاعت اور تبلیغ کے جو اب پیدا ہو گئے ہیں پہلے کہاں تھے؟ اس سے پہلے رد اسلام میں ایک رسالہ تو دکھاؤ مگر اس صدی میں اگر ان رسالوں اور اخبارات اور کتابوں کو جو اسلام کے خلاف لکھے گئے ہیں۔ ایک جگہ جمع کرو تو انکا اونچا ڈھیر

ہمت جواب دے جاوے بلکہ میں بلا مبالغہ کہتا ہوں کہ یہ اوپر چڑھا ہیر دنیا کے بلند ترین پہاڑوں کی اونچائی سے بھی بڑھ جاوے اور اگر ان کو برابر سطح پر رکھا جاوے تو کئی میل لمبی لائن ہو + اس وقت اسلام شہیدان کربلا کیطرح دشمنوں کے نرغہ میں گھرا ہوا ہے + اور اس پر بھی افسوس ہے کہ مخالف کہتے ہیں

کہ کسی شخص کی ضرورت نہیں

ہم مجادلہ کرنے والے سے بات کرنا نہیں چاہتے۔ اور اس سے بحث کرنا بجز تضییع اوقات اور کچھ نہیں ہے۔ ہاں جو طالب حق ہو وہ ہمارے پاس آئے۔ اور یہاں رہے اور پھر ہر طرح اسکی تسلی و اطمینان کو تیار ہیں۔ مگر افسوس یہ ہے کہ اس قسم کے لوگ پائے نہیں جاتے۔ بلکہ مخالف تو دو چار دس منٹ میں فیصلہ کرنا چاہتے ہیں۔ یہ گویا مذہبی قمار بازی ہے اسطرح پر حق کہاں کھل سکتا۔ آپ خود سوچیں کہ عیسائیت اسلام کو مغلوب کرنے کیواسطے کسقدر زور لگا رہی ہے کلکتہ کے بشپ نے لندن جا کر جو تقریر کی ہے اس سے صاف پایا جاتا ہے کہ کوئی آدمی گورنمنٹ انگلشیہ کا سچا خیر خواہ اور وفادار نہیں ہو سکتا جب تک وہ عیسائی نہ ہو۔ ایسی تقریروں اور بحثوں سے کیا یہ نتیجہ نہیں نکلتا کہ عیسائی بنانے کے لئے کسقدر کوشش یہ لوگ کرنی چاہتے ہیں۔ اور انکی نیت میں کیا ہے + وہ صاف چاہتے ہیں کہ کوئی مسلمان نہ رہ جاوے عیسائی مشنریوں نے اس امر کو بھی تسلیم کیا ہے کہ جسقدر اسلام انکی راہ میں روک ہے اور کوئی مذہب انکی راہ میں روک نہیں ہے + مگر یاد رکھو کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے دین کی حفاظت کا وعدہ خود فرمایا ہے انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون۔ اس نے اس وعدہ کے موافق اپنے ذکر کی محافظت فرمائی اور

مجھے مبعوث کیا

اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وعدہ کے موافق کہ ہر صدی کے سر پر **مجدد** آتا ہے **مجھے** صدی چہاردہم کا **مجدد** کیا جس کا نام کاسر الصلیب بھی رکھا ہے اگر ہم اس دعوے میں غلطی پر ہیں تو پھر سارا کاروبار نبوت کا ہی باطل ہوگا + اور سب وعدے جھوٹے ٹھیرینگے۔ اور پھر سب سے بڑھ کر عجیب بات یہ ہوگی کہ خدا تعالیٰ بھی جھوٹوں کی حمایت کرنے والا ثابت ہوگا۔ (معاذ اللہ) کیونکہ ہم اس سے تائیدیں پاتے ہیں۔ اور اسکی نصرتیں ہمارے ساتھ ہیں۔

اب ایک شخص کو بطور وسوسہ کے یہ اعتراض گذرتا ہے کہ **مسیح آسمان سے اُترے گا** اور اس کے ہاتھ میں ایک حربہ ہوگا اور وہ دجال کو جسکے ہاتھ میں خدائی کی ساری قوتیں ہونگی۔ اور روپیوں کا پہاڑ اسکے ساتھ ہوگا۔ وہ قتل کرے گا اور آسمان سے تو یونہی اتر آئے گا مگر دمشق کے منارہ پر آکر سیڑھی کے بغیر نہ اُترے گا اور دجال مُردوں کو زندہ کر دے گا وغیرہ بہت سی باتیں ہیں جو نزول المسیح کے متعلق ان لوگوں نے بنا رکھی ہیں۔ اور دجال کے لئے کہتے ہیں کہ وہ کانا ہوگا مگر کیا دجال کے لئے یہ نہیں کہہ سکیگا کہ وہ اس لئے کانا ہے کہ وحدہ لاشریک ہے اور سب کو ایک ہی آنکھ سے دیکھتا ہے۔ اب ان باتوں پر اگر دانشمند غور کرے تو خود اسکو ہنسی آئیگی کہ کیا کہتے ہیں ہم نے جو کچھ پیش کیا ہے وہ خیالی امور نہیں ہیں۔ بلکہ یقینی باتیں ہیں۔ جن کے ساتھ نصوص قرآنیہ اور حدیثیہ ہیں اور تائیدات الٰہیہ بھی ہیں جو آج نہیں سمجھتا وہ آخر سمجھیگا۔ اللہ تعالیٰ کے نور کو کوئی بجھا نہیں سکتا۔

یاد رکھو الفاظ کے معنے کرنے میں بڑی غلطی کہاتے ہیں بعض وقت الفاظ ظاہر پر آتے ہیں۔ اور بعض اوقات استعارہ کیطور پر آتے ہیں جیسے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ سب سے پہلے لمبے ہاتھوں والی بی بی فوت ہوگی۔ اور آپ کے سامنے ساری بی بیوں نے باہم ہاتھ ناپنے بھی شروع کر دئے اور آپ نے منع بھی نہ فرمایا۔ لیکن جب بی بی سودہ رضی اللہ عنہا کا انتقال ہو گیا۔ تو اسکے معنے کھلے کہ لمبے ہاتھوں والی سے مراد اس بی بی سے تھی جو سب سے زیادہ سخی تھی۔ ایسا ہی اللہ تعالیٰ کے کلام میں ایسی آیتیں موجود ہیں جنکے اگر ظاہر معنے کئے جائیں تو کچھ بھی مطلب نہیں نکل سکتا جیسے فرمایا من کان فی ھذہ اعمیٰ فھو فی الاخرۃ اعمیٰ اب آپ وزیر آباد میں ہی حافظ عبد المنان سے جو اس سلسلہ کا سخت دشمن ہے دریافت کریں کہ کیا اس آیت کا یہی مطلب ہے کہ جو اس دنیا میں اندھا ہے وہ آخرۃ میں بھی اندھا اٹھایا جاوے گا یا ظاہر پر اس سے مراد نہیں لیجاتی۔ کچھ اور مطلب ہے یقیناً اسکو یہی کہنا پڑے گا کہ بیشک اسکے یہ معنے نہیں ہیں کہ ہر اندھا اور نابینا قیامت کو بھی اندھا اور نابینا اُٹھے بلکہ اس سے مراد معرفت اور بصیرت کی نابینائی ہے۔

جب یہ بات ثابت ہے کہ الفاظ میں استعارات بھی ہوتے ہیں۔ اور خصوصاً پیشگوئیوں میں تو پھر مسیح کے نزول کے متعلق جو پیشگوئیوں میں الفاظ آئے ہیں انکو بالکل ظاہر ہی پر حمل کر لینا کونسی دانشمندی ہے؟

یہ لوگ جو میری مخالفت کرتے ہیں۔ یہ ظاہر پرستی سے کام لیتے ہیں اور ظن سے کام لیتے ہیں۔ مگر یاد رکھیں کہ ان الظن لا یغنی من الحق شیئاً۔ اور ان بعض الظن اثم۔ پس اگر یہ ظنی سے کام لیتے ہیں اور ظاہر معنوں ہی پر حمل کرتے ہیں۔ تو پھر نابینوں کو تو نجات سے جواب ہوگا؟ ہماری سمجھ میں نہیں آتا۔ کہ یہ لوگ کیوں ناحق ایک ایسی بات پر زور دیتے ہیں جس کے لئے انکے پاس کوئی یقینی ثبوت نہیں ہے + یہ لوگ خدا تعالیٰ کی کتابوں کی زبان سے محض ناواقف ہیں۔ اگر واقف

ہو۔ تو کہتے کہ پیشگوئیوں میں کسقدر استعارات سے کام لیا جاتا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب دیکھا کہ سونے کے کڑے پہنے ہوئے ہیں۔ تو اس سے مراد جھوٹے نبی تھے اور جب دیکھا گایوں کا ذبح ہونا دکھایا گیا تو اس سے مراد صحابہ کی شہادت تھی۔ اور یہ کوئی خاص بات نہیں عام طور پر قانون الٰہی رویا اور پیشگوئیوں کے متعلق اسی قسم کا ہے دیکھو حضرت یوسف کی رویا جو قرآن شریف میں ہے کیا اس سے سورج اور چاند اور ستارے مراد تھے۔ یا عزیز مصر کی رویا جس میں گائیاں دکھائی گئی تعبیر اس سے فی الواقع گائیں مراد تھیں یا کچھ اور۔ اس کی ایک دو نہیں ہزاروں ہزار شہادتیں ملتی ہیں۔ مگر تعجب کی بات ہے کہ نزول المسیح کے معاملہ میں یہ لوگ الجھ جاتے ہیں سادہ ظاہر الفاظ پر زور دینے لگتے ہیں۔ ان معاملات میں اختلاف کی جڑ یہی باتیں ہوا کرتی ہیں۔ کہ مجاز اور استعارہ کو چھوڑ کر اسکو ظاہر پر حمل کر لیا جاوے اور جہاں ظاہر مراد ہے۔ وہاں استعارہ قرار دیا جاوے۔ اگر پیشگوئیوں میں مجاز اور استعارہ نہیں ہے۔ تو پھر کسی نبی کی نبوت کا ثبوت بہت مشکل ہو جاوے گا۔ یہودیوں کو یہی مشکل اور آفت تو پیش آئی کیونکہ حضرت مسیح کے لئے لکھا تھا۔ اس کے آنے سے پہلے ایلیا آئیگا چنانچہ ملاکی نبی کی کتاب میں یہ پیشگوئی بڑی صراحت سے درج ہے۔ یہودی اس پیشگوئی کے موافق منتظر تھے کہ ایلیا آسمان سے آوے۔ لیکن جب مسیح آگیا اور ایلیا آسمان سے نہ اترا تو وہ گھبرا گئے

باقی آئیندہ

نمبر ۵ - ۱۴ جنوری سنہ ۱۹۲۱ء

پانچ بندوقچی چوکیداروں کی ضرورت ہے۔ تنخواہ حسب کام کے ہوگی جو ۱۵ روپیہ سے ۳۰ روپیہ تک ہوگی۔ بندوقچی الاؤنس علاوہ دیا جاویگا۔ ان اشخاص کو لیا جاویگا جو کہ بندوق کا کام کرتے ہوں۔ درخواستیں حسب ذیل پتہ پر فوراً آنی چاہئیں۔
چوہدری ظفر اللہ خاں۔ افسر حلقہ چھوٹی تحصیل ظہور پور
ضلع مظفر گڑھ

نیا جامہ اور پرانا پیوند

(۴)

لفظ کلمہ و کلمۃ اللہ

مصنف مفتاح الاسرار کی سندھ ذیل دلیل بھی جو اس نے تخیالی خوش مسیح کی الوہیت پر از روئے قرآن کریم لکھی ہے اب تک مسیحی مشنری زبانی یاد کر کے عوام الناس کو بہکاتے ہیں ذیل میں اس دلیل کا ابطال بوجہ حسن تحریر کیا جاتا ہے اور وہ دلیل یہ ہے۔

انما المسیح عیسیٰ ابن مریم رسول اللہ وکلمتہ القاھا الی مریم وروح منہ

اب کیونکہ قرآن کی ان آیتوں میں مذکور ہوا ہے کہ مسیح نے اور آدمیوں کی طرح تولد نہیں پایا بلکہ صرف خدا کی قدرت سے بن باپ مریم کے پیٹ سے اس طرح پیدا ہوا کہ خدا نے اپنی روح اس میں پھونک دی اور یہی مشہور ہوا کہ وہ خدا کی روح اور اسکا کلمہ ہے۔ پس قرآن میں کون سے نبی کے لئے ایسا ذکر ہوا اور کس کے حق میں کہا ہے۔ کہ اس کا کلمہ ہے لہذا قرآن نے بھی مسیح کو سب آدمیوں اور سارے پیغمبروں پر فوقیت دی ہے اور اس کی الوہیت کے مرتبہ پر اشارہ کیا ہے۔ اور اگر کوئی کہے دیکھو قرآن میں جابجا مسیح کی الوہیت کا انکار ہے۔ تو کیونکر ہو سکتا ہے کہ ان آیتوں میں محمدؐ نے مسیح کے عالی مرتبہ کا اشارہ کر کے گواہی دی ہو۔ اسکا جواب یہ ہے کہ مسیحی لوگ اسبات کے موجب جو لوقا کے پہلے باب کی ۳۵ آیت میں مسیح کے تولد کی بابت مرقوم ہوئی ہے۔ اعتقاد رکھتے ہیں۔ کہ یسوع مسیح بے باپ اور روح القدس سے پیدا ہوا۔ اور یوحنا کے پہلے باب کے مضمون کے مطابق مسیح کو کلمۃ اللہ کہتے ہیں۔ اور اسی باب میں جو کہا گیا وہ کلمہ خدا تھا۔ اور ہر ایک چیز اسی سے پیدا ہوئی ہے تو اس جہت سے کلمۃ اللہ کا اشارہ مسیح کی الوہیت پر ہے محمدؐ نے مسیحیوں سے یہ عبارت سنکر ان کی خاطرداری کے لئے قرآن میں لکھدیا اور پیغمبر نے بے سمجھے ہمارے مطالب کی گواہی دی ہے۔" مفتاح الاسرار بلفظہ

اوّل۔ پادریوں کا مسیح کے بن باپ پیدا ہونے سے مسیح کی الوہیت یا فضیلت پکڑنا بدفہمی نہیں تو جہالت ضرور ہے۔ کیونکہ از روئے توریت کتاب پیدائش حضرت آدم اور سارے فرشتے صرف خدا کی قدرت سے بن ماں اور باپ کے پیدا ہوئے ہیں۔ اور اس باب میں مسیح سے فائق ہیں۔ اور اسی طرح ملک صدق کاہن جو ابراہیم کا ہمعصر تھا بن ماں اور باپ کے پیدا ہوا تھا۔ چنانچہ عبرانیوں ۷ میں ہے "یہ (ملک صدق) بن ماں بن باپ بے نسب جسکی عمر کا اول اور زندگی کا آخر نہیں" علاوہ ازیں یہود و نصاریٰ کے نزدیک جو عالم حادث ہے اور اس کی پیدائش سے اب تک تقریباً چھ ہزار سال گذرے ہیں اور پیدا کرنے کے وقت خدا نے ہر قسم کے جانور کیا دریائی اور کیا صحرائی اور کیا پرندے اور کیا درندے جوڑا جوڑا بے ماں اور بے باپ پیدا کئے تھے۔ پس یہ کروڑوں جانور بن باپ پیدا ہونے میں۔ مسیح کے مساوی ہیں۔ اور بن ماں ہونے میں فائق۔ اور اب بھی ہر برسات میں کروڑوں جانور بن ماں اور باپ کے پیدا ہوتے رہتے ہیں۔ اور اماں حوا آدم کی بیوی بن ماں کے پیدا ہوئی تھی۔ پس کسی کا بن باپ پیدا ہونا کوئی اسکی تثلیث یا الوہیت کی دلیل نہیں۔

دوئم۔ پادریوں کا یہ قول "کہ خدا نے اپنی روح اس پر پھونک دی" اس کے متعلق ہم اس مضمون کے حصوں میں مفصل بحث کر چکے ہیں۔

سوئم۔ اب صرف لفظ کلمہ وکلمۃ اللہ والی دلیل ہی رہ گئی۔ اسکے متعلق واضح ہو کہ قرآن کا کیا ذکر بلکہ تمام عرب کی لغت میں کہیں بھی "کلمہ" بمعنی ذات خدا یا اقنوم علم کے مستعمل نہیں ہوا اور قرآن میں جہاں کہیں لفظ کلمہ یا کلمات خدا

کی طرف مضاف ہے۔ مثلاً "کلمۃ اللہ اور کلمۃ ربک وکلمات ربہا وکلمتنا وکلماتہ" کے معنے کلام خدا یا حکم خدا مستعمل ہیں۔ مثال کے طور پر سورہ توبہ کی چالیسویں آیت کے اندر یوں ہے "وکلمۃ اللہ ہی العلیا" ترجمہ خدا کی بات ہمیشہ بلند یا اوپر ہے اور سورہ انعام کی آیت ۱۱۵ میں یوں آیا ہے وتمت کلمت ربک صدقا وعدلا تیرے رب کی بات پوری سچ اور انصاف کی ہے۔

ایسا ہی سورہ اعراف کی آیت ۱۳۷ اور سورہ یونس کی آیت ۱۹ اور اسی سیپارے ۱۱ کی رکوع ۱۵ میں اسی صورت کی آیت ۹۹ اور سیپارہ ۲۴ سورہ مومن آیت میں لفظ "کلمۃ" کا انہی معانی مذکور میں آیا ہے۔ اور پھر سورہ صافات آیت ۱۷۱ کے اندر یوں ہے۔ ولقد سبقت کلمتنا لعبادنا المرسلین ترجمہ اور پہلے ہمارا حکم اپنے بندوں کے حق میں جو رسول ہیں ہو چکا ہے۔ علاوہ ازیں سیپارے ساتویں کے رکوع ۱۰ میں سورہ انعام کی آیت ۳۴ کے اندر اور سیپارے گیارہویں کی رکوع ۱۲ سورہ یونس کی آیت ۶۴ کے اندر اور سیپارے اکیسویں کے رکوع ۱۲ سورہ لقمان کی آیت ۲۷ کے اندر لفظ کلمات اللہ اور سیپارے سولہویں کی رکوع ۱۳ سورہ کہف کی آیت ۱۰۹ کے اندر دو جگہ لفظ "کلمات ربی" اور سورہ تحریم کی آیت ۱۲ کے اندر لفظ "کلمات ربہا" اور سیپارے آٹھویں کے رکوع ۱ سورہ انعام کی آیت ۱۱۵ کے اندر اور سیپارہ ۹ رکوع ۱۰ سورہ اعراف آیت ۱۵۸ کے اندر اور اسی سیپارے کی رکوع ۱۵ سورہ انفال کی آیت ۷ کے اندر اور سیپارہ ۱۱ رکوع ۱۳ سورہ یونس کی آیت ۸۲ کے اندر اور سیپارہ ۱۵ رکوع ۱۶ سورہ کہف کی آیت ۲۷ کے اندر لفظ کلماتہ کا ساتھ اضافت کلمات کے طرف ضمیر غائب کے جو خدا کی طرف راجع ہے واقع ہوا ہے۔ ان سب مذکورہ مقامات میں بمعنے "خدا کی باتیں" اور "خدا کے احکام" مستعمل ہے۔ مختصر یہ کہ لفظ کلمہ یا کلمات کا جو خدا کی طرف مضاف ہو۔ تمام قرآن میں کہیں بمعنی ذات خدا یا اقنوم علم کے مستعمل نہیں ہے۔ پس صورت پیش کردہ کی رو سے پادریوں کا ایسا کچھ خیال بناء الفاسد علی الفاسد ہے اور بس۔

اور کلمۃ اللہ کا اطلاق مسیح پر اس لئے ہوا کہ ان کی پیدائش پر یہود ملعون بہت سخت اور گندے حملے کرتے تھے۔ اب پادری صاحب بتلاویں کہ مسیح کے سوا اور کس نبی کی پیدائش پر ایسے سخت حملے ہوئے ہیں۔ اور کہ پھر اس کے لئے یہ عجیب لفظ نہ آیا ہو۔ اور عرب کی لغت میں اس لفظ کا اطلاق بہت ہی شائع تھا۔ جیسا کہ مخلوق پر خلق کا اور مقدور پر قدرت کا اور مرجو پر رجا کا اور مشتہی پر شہوت کا اطلاق آتا ہے۔ علاوہ ازیں کیا یہ حیرت کا مقام نہیں کہ خود عہد عتیق اور عہد جدید کی کتب میں نہایت کثرت سے لفظ کلمۃ اللہ اور کلمۃ الرب بمعنے کلام خدا یا حکم خدا آیا ہے۔ کیا خوب ہو کہ پادری لوگ بائبل کے عربی ترجمہ کو دیکھ کر مقابلہ کریں۔ مثلاً زبور ۳۳ بکلمۃ الرب تثبت السموات وبروح فیہ جمیع جنودھا۔ ترجمہ خداوند کے کلام سے آسمان بنے اور ان کے سارے لشکر اسکے منہ کے دم سے اخبار الایام ۱۷ میں ہے فلما کان فی تلک اللیلۃ حلت کلمۃ اللہ علی ناثان النبی ترجمہ اور اسی رات ایسا ہوا کہ خدا کا کلام ناتن کو پہنچا۔

اور کتاب ہوسیع باب آیات ۱-۲ میں ہے کلمۃ الرب التی صارت الی ہوشع ۱ ب وکلمۃ الرب لہوشع کذا وکذا۔ ترجمہ خدا کا کلام بیری کے بیٹے ہوسیع کو پہنچا خداوند کے کلام کا شروع جو ہوسیع کے وسیلے سے آیا۔ اور انجیل لوقا ۳ میں یوں آیا ہے۔ حلت کلمۃ الرب علی یوحنا ابن زکریا فی البریۃ اور بعض دوسرے نسخوں میں ہے اتت بکلمۃ اللہ الی یحیی بن زکریا فی البریۃ ترجمہ خدا کا کلام بیابان میں زکریا کے بیٹے یحیی کو پہنچا۔ اور اعمال الرسل ۴ میں ہے۔

وطفقوا یتکلمون بکلمۃ اللہ بعلانیۃ ترجمہ۔ اور خدا کی بات دلیری سے کہنے لگے

اور اعمال ۶ میں ہے۔ فدعا الاثنا عشر جمیع جمہور التلامیذ وقالوا لیس یحسن ان نترک نحن کلمۃ اللہ ونخدم الموائد۔ وکانت کلمۃ الرب تنتشر۔ ترجمہ تب ان بارہ رسولوں نے سب مریدوں کو بلا کر کہا مناسب نہیں کہ ہم خدا کی بات کو چھوڑ کر منبر کی خدمت کریں۔ اور خدا کی بات پھیل گئی۔ اور اعمال ۱۲ میں ہے وکلمۃ اللہ کانت تنمو وتنشو ترجمہ لیکن خدا کا کلام پھیل کر بڑھ گیا۔ اور اعمال ۱۳ میں ہے فلما انتہیا الی سلامینا جعلا ینادیان بکلمۃ اللہ فی مجامع الیہود وکان یریدان یسمع کلمۃ اللہ ۴۴ ولما کان السبت الآخر اجتمعت کل المدینۃ لیسمعوا کلمۃ اللہ ۴۶ فقال لہم بولس وبرنابا انہ کان ینبغی ان یکلم بکلمۃ اللہ اولا ترجمہ اور سلامی شہر میں جا کر یہود کے عبادت خانوں میں خدا کے کلام کا وعظ کرنے لگے ۷ چاہا کہ خدا کا کلام سنے ۴۴ دوسرے سبت کے دن قریب سارے شہر کے باہم آئے تا کہ خدا کا کلام سنیں ۴۶ تب پولوس اور برنباس دلیری کر کے کہا ضرور تھا کہ خدا کا کلام پہلے تم سے کہا جاتا۔

اور یوحنا ۱ ۲/۱۴ میں ہے کتبت ایہا الشباب انکم اشداء وکلمۃ حالۃ فیکم" ترجمہ اے جوانو تمہیں لکھا ہے کہ تم دلیر ہو۔ اور خدا کی بات تم میں رہتی ہے

مذکورہ حوالجات سے ثابت ہوا کہ

قرآن اور نہ لغت عرب اور نہ ہی انجیل و تورات کی رو سے لفظ کلمہ وغیرہ سے کسی کی الوہیت یا فضیلت ثابت ہو سکتی ہے اور نہ الوہیت یا فضیلت سے اسے کچھ علاقہ ہے۔

نوٹ۔ یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے کہ یونانی نسخوں میں لفظ کلمہ۔ لوگس بمعنے لفظ بولا گیا۔ تکلم۔ فصاحت۔ مسئلہ۔ دلیل۔ ادراک مستعمل ہوا ہے۔ دیکھو تفسیر ایڈم کلارک مذکورہ بالا مقامات خصوصاً یوحنا ۱

باقی رہا یہ کہ محمد رسول اللہ نے مسیحیوں سے ڈرکر ان کی خاطرداری سے مسیح کو قرآن میں کلمہ کہا۔ اس کے جواب میں واضح ہو۔ کہ قرآن میں مسیحیوں کی خاطر سے ہی یہ کہا گیا کہ کافر ہوئے وہ لوگ جو کہتے ہیں کہ اللہ تین میں کا ایک ہے الخ اور پھر مسیحیوں کی خاطرداری سے یہ کہا گیا ہے کہ کافر ہوئے وہ لوگ جو کہتے ہیں کہ مسیح ابن مریم وہی اللہ ہے" الخ۔ اور مسیحیوں کی خاطرداری کو ملحوظ رکھکر ہی قرآن میں یہ کہا گیا ہے کہ جو کوئی خدا ہونے کا ذکر کرے وہ مستوجب سزائے نار ہے"۔ اور مسیح کی خاطر ہی یہ کہا گیا ہے۔ کہ جھوٹا نبی ہلاک ہو جاتا ہے۔ اور اگر ہم اس سے زیادہ انشراحی جواب لکھیں تو حضرات مسیحی زیادہ چیخ و پکار کریں گے۔

اب جبکہ ثابت ہو گیا کہ لفظ روح اللہ اور کلمۃ اللہ سے نہ تو از روئے بائبل اور نہ ہی از روئے قرآن الوہیت یا فضیلت مسیح ثابت ہوتی ہے۔ تو مسیحیوں کو چاہئیے۔ کہ اس پرانے پیوند کو اس پاک جامہ اسلام پر جسے مسیح موعود نے آکر صاف کیا ہے۔ نہ لگاویں۔ بلکہ کوئی نیا پیوند لگاویں ورنہ لوگ انہیں دیوانہ سمجھینگے یعنی ان کے پاس کوئی دلیل نہیں رہی۔

شیخ عبدالخالق دفتر تالیف واشاعت قادیان

دعوے بلا دلیل

موجودہ زمانہ میں ہر ایک مذہب اپنی تمام طاقت کے ساتھ اسلام کے نابود کرنے کے درپے ہے کیونکہ وہ جانتے ہیں۔ کہ ہمارے راستہ میں صرف اسلام ہی حائل ہو سکتا ہے۔ اس لئے جسطرح بنا ہو اسکو جڑ سے اکھاڑنا چاہئیے۔ عیسائیت ہے تو وہ اسلام کی دشمن۔ ہندو مت ہے تو وہ اسلام کے نام سے متنفر۔ الغرض تمام مذاہب اسلام کے مقابلہ میں کمال کوشش اور محنت سے کام لے رہے۔ اگر اس زمانہ میں محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے بھیجنے والا خدا اسلام کا حامی و مددگار نہ بنتا تو دیگر مذاہب نے تو کوئی کمی نہ چھوڑی تھی۔

مسلمانوں کی حالت

لیکن مسلمان ہیں تو وہ خود دوسروں کے خوش کرنے کے لئے ان شمائل کو ترک کر رہے ہیں جو اس پیارے رسول کے عزیز صحابہ کے خون گرا کر لئے گئے تھے۔ اور جس کی خاطر اس کا تن من دھن سب فدا ہو چکا تھا۔ آہ۔ اگر آج وہ زندہ ہوتا تو پھر مسلمان سمجھتے کہ ہم کدھر بھٹک رہے ہیں۔ اب صرف اسلام کا نام ہے ورنہ کام کچھ نہیں عملی میدان میں مسلمانوں کا قدم اس قدر پیچھے ہے کہ اگر آغاز اسلام کے منافق آج موجود ہوتے تو وہ بھی اب قطب اور ولی کے نام سے موسوم کئے جاتے۔ لیکن افسوس کی انتہا نہیں رہتی جب ہم دیکھتے ہیں۔ کہ باوجود اس حالت کے مسلمان کسی راہنما کے متبع و مطیع ہونا نہیں چاہتے نہیں نہیں۔ بلکہ روحانی اور مصلح ربانی کی اطاعت قبول کرنا ان کے لئے عار ہے۔

عدم اطاعت کا نتیجہ

خدا تعالیٰ بہت غیور ہے وہ نہیں چاہتا۔ کہ دنیا اس کے مرسلوں کے قبول کرنے سے جو جو رکاوٹیں پیش کرتے رہے ہیں۔ یہ راز موجودہ فلسفہ ہے۔ کہ جب انسان ایک نیکی کو ترک کرتا ہے تو اس کو دوسرے اعمال صالحہ کی بھی توفیق نہیں ملتی۔ اسی طرح اہالیان اسلام نے جب خلیفہ برحق کو تسلیم کرنے سے پہلو تہی کی تو آخر جس خرابی کا منہ دیکھنا پڑا وہ کسی دانا سے مخفی نہیں۔

انہوں نے مسیح موعود کو چھوڑا تو خدا تعالیٰ نے ان کی قسمت میں گمراہی کو مقدر کیا جو کہ بموجب آیت انما المشرکون نجس قابل التفات نہیں۔ اس سے ہماری یہ مراد ہے کہ دینی امور میں ایک مشرک اور کافر کی اطاعت اور اتباع اگر گمراہی نہیں تو پھر کیا ضلالت کے سنگ میل ہونگے۔ یہی وہ بات ہے جس کی طرف احادیث نبویہ میں بار بار اشارات پائے جاتے ہیں۔ لیکن آنکھیں ہوں تو دیکھیں۔

دوستو! ہمیں آپ سے کوئی دشمنی و عداوت نہیں۔ اگرچہ آپ کی طرف سے بارہا ہم لوگوں اور ہمارے پیشوا علیہ السلام کو اذیت پہنچی ہے۔ لیکن مطابق [illegible] ہم آپ سے درگذر کرکے الفت و پیار کرتے ہیں۔ فرمایا ع

اے دل تو نیز خاطر ایناں نگاہ دار
کآخر کنند دعوے حب پیمبرم

لیکن ہم اس بات پر اظہار ناراضگی کے بغیر نہیں رہ سکتے۔ کہ آپ نے باوجود شریعت کے احکام سے منہ پھیرا اور قرآن کریم جیسی رہنما و ہادی کتاب کو پس پشت پھینک دیا۔ اگر آپ دنیوی امور میں ہنود یا غیروں کی اطاعت کریں تو جائے تعجب نہیں۔ لیکن دین کی باتوں میں ایک کافر کی اقتدا کرنا الٰہی کلام کی ہتک ہے۔ اور شعائر اللہ کی تحقیر ہے کبھی کوئی قوم کامیاب نہیں ہوئی۔ بلکہ خدا کے غضب کی موجب ہوئی ہے۔

اسلامی حکم

اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے کہ اِنْ اِذَا سَمِعْتُم آیاتِ اللہ یکفر بہا و یستہزء بہا فلا تقعدوا معہم حتی یخوضوا فی حدیثٍ غیرہ۔ انکم اذاً مثلہم۔ جب تم خدا تعالیٰ کی آیات کا انکار اور استہزاء دیکھو تو اس مجلس میں مت بیٹھو یہاں تک کہ وہ کسی دوسری بات میں گفتگو کریں۔ ورنہ پھر تم بھی ان کی طرح ہو جاؤ گے۔ آہ! کہاں ہیں جو اس حکم پر کاربند ہوتے اور جن کی غیرت جوش میں آتی۔ اور جو ان مجلسوں سے علیحدہ ہو جاتے۔ جن میں مسٹر گاندھی نے خدا تعالیٰ کی پاک اور مقدس کتاب پر حرف لانے کی بے جا کوشش کی اور کہا کہ مسلمانوں کو تلوار کی اجازت دیگئی ہے۔ اور گویا اسلام مذہب کے لئے قتل و غارت کو جائز قرار دیتا ہے۔ حالانکہ صاف فرمان ہے کہ لا اکراہ فی الدین کہ دین کے معاملہ میں کوئی جبر نہیں۔

اگرچہ اس موضوع میں متواتر جوابات دئے جا چکے ہیں۔ لیکن میں مختصر طور پر بتلانا چاہتا ہوں کہ اسلام نے کب تلوار کو جائز رکھا۔

تاریخی شہادت

تاریخ بتلاتی ہے۔ کہ مسلمانوں کی طرف سے کبھی کسی کو جبراً مسلمان نہیں بنایا گیا۔ بلکہ جب کفار کے مظالم کی انتہا ہو گئی جن کے ذکر سے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ اور جس سے ہر دانشمند و منصف مزاج انکار نہیں کر سکتا۔ تب خدا تعالےٰ کی طرف سے ان کو جنگ اور دفاع مظالم کی اجازت دی گئی۔

عقلی شہادت

پھر عقلی شہادت ہے۔ کہ جب اسلام تلوار سے پھیلا ہے تو ضرور ہے۔ کہ تلوار چلانے والے تو پہلے ہی مان چکے ہونگے۔ اب پھر بتایا جاوے کہ وہ تلوار چلانے والے اور دوسروں کو تلوار سے منوانے والے کیونکر مومن بن گئے۔ اور پھر جب وہ حق اور راستی پر نہ تھے اور صداقت ان سے کوسوں دور تھی۔ تو وہ تھوڑے ہو کر کیونکر زیادہ پر غالب آ گئے۔ بھلا بتاؤ تو سہی۔ کہ تھے تو وہ چھوٹے پر تھوڑے ہو کر بہتوں پر غالب آ گئے۔ اگر وہ چھوٹے ہو کر اور تھوڑے ہو کر کامیاب ہو گئے تو کفار جو کہ تعداد میں زیادہ تھے کیوں نہ غالب ہو گئے۔

شرعی شہادت

پھر سب سے زبردست قرینہ کہ تلوار سے نہیں منوایا گیا۔ یہ کہ شریعت اسلامی ان لوگوں کو جو دل سے اسلام کو تسلیم نہیں کرتے منافق ٹھہرا کر اسفل جہنم قرار دیتی ہے۔ بھلا پھر اس شریعت پر الزام لگانا۔ کہ اس نے جبر و اکراہ کی تعلیم دی ہے اگر جبر نہیں تو اور کیا ہے

جہاد کی وجوہ

جہاد کرنے کی قرآن کریم نے متعدد وجوہ بیان فرمائی ہیں۔

۱۔ کفار کا نقض عہد جیسے فرماتا ہے الا تقاتلون قوماً نکثوا ایمانہم وھموا باخراج الرسول وھم بدء وکم اول مرۃ یعنی تم ضرور اس قوم سے جنگ کرو جنہوں نے عہدوں کو توڑا اور تمہارے پیشوا کو وطن سے بیوطن کیا اور پھر تم سے جنگ کرنے میں بھی وہ مبتدی ہیں۔

۲۔ ان ضعیف مومنوں کو ظالموں کے پنجہ سے چھڑانا جو حربی ممالک میں محبوس ہیں جیسے فرماتا ہے۔ وما لکم لا تقاتلون فی سبیل اللہ والمستضعفین من الرجال والنساء والولدان الذین یقولون ربنا اخرجنا من ھذہ القریۃ الظالم اھلھا۔ یعنی تم کو ان مظلوم مردوں عورتوں اور بچوں کی خلاصی کے لئے جنگ کرنی چاہئے جو کہ دشمنوں کے مظالم سے تنگ آ کر دعائیں مانگتے ہیں۔

۳۔ قیام امن اور حفاظت ادیان۔ یعنی ملک میں امن قائم کیا جاوے۔ اور ہر جو مذہب ہوں وہ کسی کے خوف اور ڈر سے نہ تسلیم کئے جائیں بلکہ ہر شخص جس مذہب کو قبول کرے اس کو ٹھیک اور درست سمجھ کر قبول کرے۔ جیسے فرماتا ہے قاتلوھم حتی لا تکون فتنۃ ویکون الدین کلہ للہ۔ یعنی تم اس لئے جنگ کرو تا فتنہ فرو ہو جاوے۔ اور دین کے معاملہ میں کوئی کسی پر جبر نہ کرے۔

افسوس ہے۔ کہ جو مذہب جنگ کی غرض ہی یہ قرار دیتا ہے۔ کہ تا مذہبی بات میں کسی پر تشدد نہ ہو۔ اس کو بھی اس الزام سے متہم کیا جاتا ہے۔

جہاد کب جائز ہوا

باوجود مظالم کے بھی مسلمانوں کو حکم ملتا رہا۔ کہ فاعفوا واصفحوا کہ تم معاف کرو اور درگذر کرو۔ لیکن جب انکی کارستانیاں اپنی انتہا کو پہنچ گئیں اور خدا کے بندے ان کے جور و جفا سے تنگ آ گئے اور جب کفار نے تشدد اور جبر میں از حد مبالغہ کیا۔ تو خدا تعالیٰ نے مسلمانوں کو جنگ کی اجازت فرمائی جیسے فرماتا ہے۔ اُذِنَ للذین یقاتلون بانہم ظلموا وان اللہ علی نصرھم لقدیر الذین اخرجوا من دیارھم بغیر حق الا ان یقولوا ربنا اللہ ولولا دفع اللہ الناس بعضھم ببعض لھدمت صوامع وبیع وصلوات و مساجد یذکر فیہا اسم اللہ کثیراً ولینصرن اللہ من ینصرہ ان اللہ لقوی عزیز۔

کہ جن مومنوں سے جنگ کی جاتی ہیں۔ ان کو اس حالت میں اذن ملا ہے۔ کہ وہ گھروں سے بغیر کسی جرم کے نکالے گئے۔ سوائے اس کے کہ انہوں نے اللہ کو اپنا پرورش کنندہ تسلیم کر لیا۔ اور ہر طرح سے وہ مظلوم تھے اور ایسے آخری وقت میں اجازت دینا ضروری تھا۔ ورنہ دنیا میں مفسد لوگ اسقدر بد امنی پھیلاتے کہ ہر قوم کے معبد گرا دئے جاتے

دوستو! غور کرو کہ ہمارے بزرگوں کو معلوم ہو جنگ کی اجازت ملے اور تم ہمارا الجیڈر ان کو اس نقص سے معیوب ٹھہراتے ہو اسکی سیاہی دور ہونی محال ہے۔ اگر منکرین اسلامی تواریخ سے معمولی سی بھی دلچسپی رکھینگے تو ان پر پوشیدہ نہ رہیگا۔ کہ مسلمانوں نے صرف مدافعانہ جنگ کی ہے ورنہ ہمارا دین تو وہ دلائل رکھتا ہے۔ سوائے منصف کے کسی کو جائے فرار نہیں۔

المرقوم جالندہری

مولوی ابوالکلام اور خلافت

اسلامیہ

نمبر ۲

آپ نے تحریر فرمایا ہے "کہ از روئے قرآن کریم خلافت سے مقصود زمین کی قومی عظمت و ریاست اور ملکوں کی حکومت و سلطنت ہے" مجھے آپ کی اس بات سے اتفاق نہیں۔ کیونکہ قرآن و حدیث اس بات کی تائید نہیں کرتے از روئے قرآن کریم خلیفہ کے معنے جانشین کے ہوتے ہیں۔ جیسے کہ فرمایا۔

وھو الذی جعلکم خلائف الارض۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے تمکو زمین میں جانشین بنایا جب پہلے گذر گئے تو ان کا تمکو قائم مقام کیا

پھر فرمایا۔

ویستخلف ربی قوماً غیرکم۔ یعنی جب تم گزر جاؤ گے تو تمہارے بعد کوئی اور قوم تمہاری جانشین ہوگی۔

پھر فرمایا۔

ثم جعلنٰکم خلائف فی الارض من بعدھم لننظر کیف تعملون

پھر فرمایا۔

واذکروا اذ جعلکم خلفاء من بعد قوم نوح۔

پھر فرمایا

فخلف من بعدھم خلف اضاعوا الصلوٰۃ واتبعوا الشھوات

پھر فرمایا۔

فخلف من بعدھم خلف ورثوا الکتاب یاخذون عرض ھذا الادنیٰ

پس یہ سب آیات نیابت و جانشینی پر خواہ اچھی ہو یا بری ہو دلالت کر رہی ہیں۔ اور انہی معنوں کی ابن فارس کا وہ حوالہ جو آپ نے نقل کیا ہے تائید کرتا ہے۔ من قولک خلف فلان فلاناً فی ھذا الامر اذا قام مقامہ فیہ بعدہ۔ اور اسکی تائید مفردات راغب کرتا ہے۔ جیسے کہ فرمایا والخلافۃ النیابۃ۔

پس یہ کہنا کہ از روئے قرآن کریم و اصطلاح اسلام خلافت کے معنے حکومت ارضی کے ہیں سراسر زیادتی کی بات ہے۔

جو کام اور منصب اصل کا ہوگا وہی اسکے جانشین اور خلیفہ کا کام ہونا چاہیئے۔ پس دیکھنا چاہیئے کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا کام اور منصب جنکو آپ نے بھی تسلیم کیا ہے۔ وہ یہ ہیں۔ یتلوا علیھم آیاتہ۔ ویعلمھم الکتاب والحکمۃ ویزکیھم۔ پس جو شخص یہ کام کریگا اور اس منصب پر کھڑا ہوگا۔ وہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا حقیقی جانشین اور خلیفہ ہوگا چنانچہ آپ نے بھی تسلیم کیا ہے کہ یہ نیابت صرف خلفاء راشدین تک ہی رہی اور بعد میں "مجرد حکومت و بادشاہت" اور "استبدادی فرمانروائی" رہ گئی۔ جیسے کہ آپ نے لکھا ہے۔ "خلفاء راشدین" ان تینوں منصبوں میں (جو کہ میرے نزدیک چار ہیں۔ کتاب الگ ہے۔ اور حکمت الگ ہے۔ کتاب کے معنے شریعت اور فرائض کے ہیں۔ اور حکمت کے معنے حقیقت اور غرض) دا نبوت کے نائب تھے"۔ اور حدیث "الخلافۃ بعدی ثلاثون سنۃ" بھی اسی بات کی تائید کرتی ہے چنانچہ آپ نے بھی لکھا ہے "الخلافۃ من بعدی ثلاثون سنۃ۔ میرے بعد خلافت خاصہ ۳۰ برس تک رہیگی"۔ اور دراصل میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خلافت حقیقی صرف تیس سال رہی اسلیئے فرمایا علیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین۔ وعضوا علیھا بالنواجذ۔

پس خلافت یا خلیفہ کے لئے ان تینوں یا چاروں باتوں کا کم و بیش پایا جانا ضروری ہے مجرد بادشاہت و استبدادی فرمانروائی منصب خلافت نہیں بن سکتا۔ اور نہ کوئی مجرد بادشاہ و استبدادی فرمانروا خلیفہ ہو سکتا ہے۔ چنانچہ مجرد بادشاہت و استبدادی فرمانروائی کو آپ نے بھی منہاج نبوت سے الگ قرار دیا ہے۔ جیسے کہ فرمایا "دوسرا سلسلہ خلافت منہاج نبوت سے الگ مجرد حکومت و بادشاہت کا تھا"۔ پس جب بادشاہت منہاج نبوت سے الگ چیز ہے تو اس منصب پر کھڑا ہونے والا کسطرح رسول اللہ کا خلیفہ ہو سکتا ہے۔ خلیفہ وہی ہو سکتا ہے جو خلفاء راشدین کی طرح "ان تینوں منصبوں کا نائب ہو"۔

معلوم ہوتا ہے یہ غلط فہمی اسوجہ سے ہوئی کہ لوگوں نے منصب اور انعام میں فرق نہیں سمجھا۔ انہوں نے بادشاہت کو بھی رسول کریم کا منصب ہی سمجھ لیا ہے حالانکہ حکومت ارضی آنحضرت صلعم کو بطور انعام ایک خاص غرض کے ماتحت ملی تھی جسکا ذکر قرآن کریم میں موجود ہے۔ آنحضرت اور آپ کی جماعت کو حکومت ملنے کے دو باعث تھے۔ ایک بیرونی اور ایک اندرونی۔

باقی آئندہ

آپ سے جانشین اور خلیفہ کا کام معلوم ہوا رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا کام

بیرونی یہ کہ بوجہ عدم حکومت ان کا بقاء زندگی محال ہو گیا تھا۔ جیسے کہ فرمایا۔ اذن للذین یقاتلون بانہم ظلموا۔ ان اللہ علی نصرہم لقدیر۔ ...ن الذین اخرجوا من دیارہم بغیر حق الا ان یقولوا ربنا اللہ۔ ولولا دفع اللہ الناس بعضہم ببعض لہدمت صوامع و ...ات ومسجد یذکر فیہا اسم اللہ کثیراً ولینصرن اللہ من ینصرہ ان اللہ لقوی عزیز۔

اور اندرونی وجہ یہ کہ ان لوگوں کی فطرت ہی کچھ ایسی تھی کہ وہ اسکے ساتھ نیکی پھیلانیوالے ہیں۔ جیسے کہ فرمایا الذین ان مکنٰہم فی الارض اقاموا الصلوٰۃ واتوا الزکٰوۃ وامروا بالمعروف ونہوا عن المنکر وللہ عاقبۃ الامور۔

پس اگر محض بادشاہت اور سلطنت کے لئے آنحضرت صلعم دنیا میں نہیں آئے تھے۔ قرآن کریم میں جہاں جہاں آپ کی بعثت کا ذکر ہوا ہے کہیں بھی وہاں حکومت و بادشاہت کا ذکر نہیں ملاحظہ ہو۔ وما محمد الا رسول۔ یا ایہا النبی انا ارسلناک شاہداً ومبشراً ونذیراً وداعیاً الی اللہ باذنہ وسراجاً منیراً۔ انی رسول اللہ الیکم جمیعاً۔ پھر فرمایا۔ ھو الذی ارسل رسولہ بالہدیٰ ودین الحق لیظہرہ علی الدین کلہ۔ پھر ہم سے تشہد میں بھی یہی اقرار لیا جاتا ہے۔ ونشہد ان محمد رسول اللہ۔ پھر آپ کی جماعت کی بعثت کی غرض بھی حکومت نہیں جیسے فرمایا۔ کنتم خیر امۃ اخرجت للناس تامرون بالمعروف وتنہون عن المنکر۔ پس یہ سب باتیں صاف بتا رہی ہیں۔ کہ آنحضرت صلعم اور آپ کی جماعت کی بعثت کی غرض حکومت ارضی نہ تھی۔ البتہ یہ چیز ان کو خدمت کے لئے دیگئی وذالک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء واللہ ذو الفضل العظیم۔ پس جب حکومت و بادشاہت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا منصب نہ تھا تو کسطرح ہو سکتا ہے کہ جس کو محض یہ چیز مل جاوے وہ رسول اللہ کا خلیفہ ہو جاوے اور خلافت کے معنے حکومت ارضی کے ہو جائیں۔

یاد رکھنا چاہئیے کہ انبیاء علیہم السلام کی زندگی کے دو حصے ہوتے ہیں۔ ایک تکالیف اور مصائب کا دوسرا فتحمندی کا اور اقبال کا اور یہ دونوں حالتیں اسلئے ان پر لائی جاتی ہیں کہ تا اہل دنیا انکی ان ہر دو حصہ زندگی میں ان کا نمونہ اختیار کریں۔ آج دنیا آنحضور پر نور کی آسائش والی حالت کے حصول کو آپ کی نیابت اور جانشینی کے لئے شرط قرار دیتی ہے۔ لیکن حیرانی کی بات ہے کہ وہ رنج والم والی حالت جو نہ صرف مکہ میں ہی رہی بلکہ بعد میں بھی رہی اس میں سے گذرنا خلافت یا خلیفہ کے لئے ضروری شرط قرار نہیں دیتی۔ حالانکہ اگر دوسری حالت کا پالینا خلافت کی شرط ہے تو پہلی میں سے گذرنا بھی ضروری شرط ہے۔ پس میرے نزدیک اگر خلافت کے لئے حکومت ارضی ضروری شرط ہے۔ تو کم از کم تیرہ نہیں تو تین سال ہی ان مشکلات میں سے گذرنا بھی خلیفہ کے لئے ضروری ہے جو آنحضور لامع النور کو پیش آئیں۔

پھر میں کہتا ہوں کہ اگر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم مکہ ہی میں فوت ہو جاتے تو بتاؤ اسوقت آپ کا کوئی جانشین ہوتا یا نہ ہوتا۔ اور اسکو آپ لوگ خلیفہ کہتے یا نہ کہتے۔ ضرور آپ کا کوئی جانشین ہوتا۔ اور اسکو آپ لوگ خلیفہ ہی کہتے لیکن صاف ظاہر ہے کہ اسوقت حکومت ارضی تو بالکل حاصل نہ تھی۔ پس اب کیوں خلافت کے معنے حکومت ارضی کئے جاتے ہیں۔ اور خلیفہ کے لئے حکومت ضروری قرار دی جاتی ہے۔

آیت استخلاف میں خلفاء کے ساتھ دو وعدے تھے۔ تمکین دین۔ اور تبدیل خوف بالامن۔ اگر خلافت کے معنے از روئے قرآن کریم حکومت ارضی کے ہیں۔ تو آپ نے جو اپنی کتاب کے آخیر میں تمام خلفاء اسلامیہ کے نام دئے ہیں۔ ان میں سے خلفاء راشدین نکالکر باقی جو محض بادشاہ ہوئے ہیں۔ ان کے متعلق یہ ثابت کریں کہ یہ دونوں وعدے ان کے حق میں کس حد تک پورے ہوئے ہیں۔ بالخصوص موجودہ خلیفۂ اسلام سلطان محمد خان سادس سلطان روم کے حق میں۔ لیکن آپ ایک بھی ایسا نہیں بتلا سکینگے جسکے حق میں یہ دونوں وعدے پورے ہوں۔ پس جب نہیں ہوئے تو وہ کسطرح اس خلافت کے وارث ہو سکتے ہیں۔ جسکا قرآن کریم میں وعدہ تھا۔

خاتم النبیین

حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت قمر الانبیاء میرزا بشیر احمد صاحب ایم اے خلف حضرت مسیح موعود علیہ السلام والصلوٰۃ نے نہایت تحقیق وتدقیق سے تصنیف فرما کر پہلے ریویو آف ریلیجنز اردو میں شائع فرماتے رہے بعد تکمیل حصہ اول نظر ثانی اور کچھ اضافہ کے ساتھ اب علیحدہ اعلیٰ لکھائی وچھپائی سے نفیس کاغذ پر صدر انجمن احمدیہ نے طبع کرائی ہے۔ جزائر عرب اور اسکا نقشہ بھی ساتھ دیا گیا ہے قیمت درجہ اول عہ؍ درجہ دوم ۱۲؍ دفتر میگزین قادیان کے پتہ سے طلب کریں۔

ایک اور بات

آپ نے تحریر فرمایا ہے۔

"کہ خلافت ارضی یعنی حکومت ارضی کا یہ مقصد ہوتا ہے کہ دنیا میں نوع انسانی کی ہدایت اور سعادت کے لئے ایک خاص ذمہ دار قوم وحکومت قائم ہو۔ ۔ اللہ کی عدالت کو دنیا میں قائم کرے۔ ظلم وجور اور انسان کی ابلیسی ضلالت و طغیان سے اسکی زمین پاک ہوجاوے۔ ایک عام امن و سکون اور راحت و طمانیت دنیا میں پھیل جائے۔ اور اللہ کا وہ عالمگیر قانون عدل جو تمام کائنات ہستی میں سورج سے لیکر زمین کے اندر کے حشرات تک کے لئے نافذ و قائم ہے اور جسکو مقدس قرآن کریم اپنی زبان میں صراط مستقیم کے لفظ سے تعبیر کرتا ہے۔ اور جس سے صرف انسان ہی روگردانی کرنیوالا ہے زمین کے گوشے گوشے اور چپے چپے میں جاری وساری ہو کر کرۂ ارضی کو سعادت و امنیت کی ایک بہشت بنا دے۔"

مکرم مولانا! آپ ابتدائے آفرینش سے تا دم حال کے سلطان و ملوک و شہنشاہوں کی تاریخ پر نظر ڈالکر یہ بتلائیں۔ کہ کیا کسی سلطان یا بادشاہ نے یہ کام کئے ہیں جو آپ نے تجویز فرمائے ہیں۔ مثلاً انسان کو ہدایت وسعادت عطا کرنا۔ اللہ کی عدالت کو قائم کرنا۔ انسان کی ابلیسی ضلالت و طغیان کو دور کرنا۔ طمانیت و راحت پیدا کرنا۔ صراط مستقیم پر لوگوں کو چلانا۔ بہشتی زندگی عطا کرنا اگر کسی نے نہیں کئے اور ہرگز نہیں کئے اور ہرگز نہیں کر سکتے تھے کیونکہ اس میں منصب و شان نبوت و رسالت کی ہتک اور تحقیر ہے جو کام اللہ تعالےٰ نے سماوی ملوک و بادشاہوں کے سپرد کئے ہیں۔ کسطرح ہو سکتا ہے کہ وہ کام ارضی ملوک سرانجام دے سکیں۔ اگر ایسا ہو سکے تو ضرورت نبوت و رسالت باطل ہو جاتی ہے اور بعثت انبیاء و رسل ایک لغو فعل ٹھہرتا ہے۔ جو کہ اللہ تعالےٰ کی ذیشان کے سراسر خلاف ہے۔

حکومت ارضی کے متعلق صرف حفاظت جان۔ حفاظت مال۔ اور حفاظت عزت ہوتی ہے۔ لیکن عقائد صحیحہ۔ اعمال صالحہ۔ اور اخلاق فاضلہ حکومت سماوی کے سپرد ہوتا ہے۔ کیونکہ یہ باتیں اصلاح قلب سے تعلق رکھتی ہیں جیسے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ان فی الجسد مضغة اذا صلحت صلح جسد کلہ واذا فسدت فسد جسد کلہ اور قلب پر تصرف صرف سماوی حکومت کا ہوتا ہے۔ ارضی کا ہرگز نہیں ہوتا اس لئے اس سے وہ کام نہیں ہو سکتے جو اصلاح قلب سے تعلق رکھتے ہیں +

شریعت اسلام اور حکومت

یہاں یہ سوال پیدا ہو سکتا ہے۔ کہ مان لیا کہ خلافت کیلئے حکومت ضروری نہیں۔ لیکن اسلام کے بعض ایسے احکام بھی ہیں جنکی ادائیگی بدون حکومت ارضی نہیں ہو سکتی۔ مثلاً چور اور زانی کی سزا۔ لہذا احکام اسلام کی بجا آوری کے لئے حکومت ضروری چیز ہے۔ اسکے اصل جواب سے پہلے چند تمہیدی باتوں کا کہنا ضروری معلوم ہوتا ہے

تبلیغ ہر مسلم کا فرض ہے

اول یہ کہ جس طرح کوئی مسلم احکام قرآنی کے بجا لانے میں مکلف ہے ویسے ہی وہ اس بات پر مکلف ہے کہ وہ ان احکام کو دوسروں تک پہنچائے۔ اور ان کی خوبی و محاسن سے ان کو واقف کرے۔ اسی لئے قرآن کریم نے فرمایا کنتم خیر امة اخرجت للناس تامرون بالمعروف وتنہون عن المنکر۔ پس جہاں آج یورپ نے خود بخود بہت سی اسلامی باتوں کو اپنی تمدنی و معاشرتی اور سیاسی زندگی میں رواج دیدیا ہے تو اگر مسلمان خود بھی کچھ کوشش کرکے اسلام کے محاسن سے ان کو واقف کرتے تو یقیناً وہ ان ہردو حکموں کو بھی اپنے آئین سلطنت میں شامل کر لیتے۔

دنیا کو دین پر مقدم کیا گیا۔

ذرا غور تو کرو کہ آپ لوگوں نے اپنی چھوٹی چھوٹی دنیوی اغراض کے لئے ریزولیوشن پاس کیئے اور آپ کے وفد ولایت تک پہنچے۔ لیکن کیا کبھی ان دو احکام قرآنی کی ترویج اور نفاذ کے لئے بھی ایسا کیا؟ نہیں اور ہرگز نہیں۔ پس کیا یہ ثابت نہیں کرتا کہ اب اگر اس بات پر شور ہے تو اسکی تہ میں کوئی اور راز ہے۔ گذشتہ را صلوٰۃ و آئندہ را احتیاط۔ اگر آپ کو واقعی اس بات کا دکھ ہے تو اب ہی سب مسلمان ملکر فیصلہ کرکے گورنمنٹ سے کہیں کہ مسلمان چور کے ہاتھ کاٹے جایا کریں اور زانی کو رجم کیا جاوے میرے خیال میں گورنمنٹ یقیناً مان لیگی۔ لیکن میں ساتھ ہی یہ بھی کہتا ہوں کہ آپ لوگ ایسا ہرگز نہیں کرینگے۔ کیا [illegible] کے متعلق گورنمنٹ نے دریافت نہیں کیا تھا؟ لیکن کیا پھر آپ لوگوں نے شریعت پر رواج کو مقدم نہیں کیا تھا؟ پس معلوم ہوا کہ یہ احکام اسلامی کے نظر انداز ہونے کا دکھ نہیں۔ بلکہ بمطابق مثل پنجابی بدتی یا نوں کو نام لے کر ہمسائیوں کا) کسی اور ہی بات کا دکھ ہے

دوم۔ مان لیا کہ یہ ہر دو احکام شریعت حکومت سے تعلق رکھتے ہیں۔ لیکن کیا قا

روزہ۔ زکوٰۃ۔ حج۔ دیانت و امانت۔ عدل و انصاف شہادت حقہ۔ ہمدردی۔ ایفاء عہد۔ ماپ تول میں انصاف وغیرہ وغیرہ احکام کسی حکومت سے تعلق رکھتے ہیں؟ نہیں اور ہرگز نہیں۔ لیکن کتنے مسلمان ہیں جو ان پر کاربند ہیں۔

مسلم حکومتیں اور چور اور زانی کو سزا

سوئم یہ کہ کیا اس سے پیشتر مسلمانوں کو حکومت نہیں ملی؟ ضرور ملی۔ اور کوئی ملک خالی نہ تھا جہاں کوئی نہ کوئی حکومت نہ ہو۔ لیکن کیا پھر ہر ایک حکومت میں ان احکام کی بجا آوری مطابق حکم قرآن ہوتی رہی؟ ہندوستان میں مغلوں نے بہت لمبا عرصہ حکومت کی اور انہیں ایک ایسا بادشاہ بھی ہوا جو کہ بعض کے نزدیک محی الدین اور مجدد وقت مانا جاتا ہے لیکن ان کے عہد میں بھی ان احکام کی ادائیگی کا پتہ نہیں ملتا۔ پھر آپ ابھی خلافت مآب حکومت ترکیہ کے ہی رویہ کو دیکھ لیں کہ انیسویں بیسویں صدی میں ان احکام کی بجا آوری کا وہاں بھی پتہ نہیں چلتا حالانکہ ممالک ترکیہ کی زناکاری اور شراب خوری تمام دنیا میں مشہور ہے۔

شریعت اسلام حکومت کا محتاج نہیں

یاد رکھنا چاہیئے کہ مذکورہ بالا ہر دو احکام شریعت اسلام کے بنیادی اور اصل الاصول احکام میں سے نہیں۔ شریعت اسلام کی بنا جیسے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پانچ باتوں پر ہے اور بناء اسلام کا ایک حصہ ایمان سے تعلق رکھتا ہے اور ایک اعمال سے۔ ایمانیات میں۔ ایمان باللہ ایمان بالملائکہ۔ ایمان بالکتب۔ ایمان بالرسل ایمان بالآخرۃ ہے۔ اور عملی حصہ میں اشہد باللہ نماز۔ روزہ۔ زکوٰۃ اور حج ہے اور صاف ظاہر ہے کہ ان باتوں پر اعتقاد رکھنے کے لئے اور عملی باتوں پر عمل کرنے کے لئے ہرگز ہرگز کوئی حکومت درکار نہیں۔

ہر ایک مسلم خواہ کسی طبقہ کا ہو۔ اور خواہ کسی حصہ دنیا میں رہتا ہو وہ ان بنیادی احکام پر بخوبی عمل کر سکتا ہے۔ پس یہ کہنا کہ شریعت اسلام کے ساتھ حکومت ایک لازمی امر ہے بالکل غلط بات معلوم ہوتی ہے۔

چور کی سزا کی حکمت

چور کی سزا کا حکم سورۃ مائدہ میں واقع ہوا ہے۔ اور سورۃ مائدہ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ اس میں **حفاظت جسم** کے متعلق احکام بیان ہوئے ہیں۔ حفاظت جسم دو طرح پر ہو سکتی تھی **اندرونی** طور پر اور **بیرونی** طور پر اندرونی حفاظت عمدہ غذا سے وابستہ ہے۔ اور بیرونی حفاظت امن عامہ سے۔ سو اس سورۃ میں جسم کی دونوں طرح سے حفاظت کا انتظام فرمایا۔ **اکل و شرب** کی حلت و حرمت سے اندرونی حفاظت کر دی اور **قصاص** وغیرہ کے احکام سے بیرونی حفاظت کر دی۔ اور چوری کا پیشہ چونکہ دونوں حفاظتوں کے لئے مضر تھا۔ چوری کا مال کھانا حرام اور خود چور امن عامہ کو توڑنے والا ہوتا ہے۔ اسلئے اسکی سزا کا اس سورہ میں ہی ذکر فرمایا۔ لیکن ساتھ ہی اسکے یہ بھی فرمایا کہ یہ حکم اسلام کے بنیادی احکام میں سے نہیں ہے۔ بلکہ اس کی تکمیل کے لئے ہے۔ جیسے کہ فرمایا الیوم الملکت لکم دینکم و **اتممت علیکم نعمتی**۔ یہ آیت سورۃ مائدہ کی کنجی ہے جس سے یہ راز کھلتا معلوم ہوتا ہے کہ سورہ ہذا کے احکام کس حیثیت کے ہیں۔ آیا یہ احکام بنیادی پتھر ہیں یا بطور تکمیل دین کے ہیں۔

زانی کی سزا کی حکمت

زانی کی سزا کا حکم سورۃ نور میں وارد ہوا ہے۔ اور سورۃ نور میں جتنے احکام بیان ہوئے ہیں۔ وہ **حفاظت روح** کے متعلق ہیں۔ حفاظت روح اخلاق فاضلہ سے ہوتی ہے۔ کیونکہ روحانی قالب اخلاق فاضلہ سے تیار ہوتا ہے۔ اسلئے روحانی قالب کی اچھی تقویم کے لئے اس سورہ میں اخلاق کے متعلق احکام بیان فرمائے۔ جیسے کہ اس سورۃ کی مندرجہ ذیل آیت جو کہ اس سورۃ کی کنجی ہے اور جو اس سورہ کے احکام کی تنزیل کی وجہ بتلاتی ہے سے ظاہر ہوتا ہے۔ اور وہ آیت یہ ہے اللہ نور السموات والارض مثل نورہ کمشکوٰۃ فیہا مصباح۔ المصباح فی الزجاجۃ الزجاجۃ کانہا کوکب دری یوقد من شجرۃ مبارکۃ زیتونۃ لا شرقیۃ ولا غربیۃ یکاد زیتہا یضیء ولو لم تمسسہ نار۔ نور علی نور یہدی اللہ لنورہ من یشاء ویضرب اللہ الامثال للناس واللہ بکل شیء علیم۔

اس آیت میں اللہ تعالےٰ نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے وجود پاک کی طہارت آپ کے قلب مقدس و مطہر کی صفائی آپ کی پاک طینت کا اعتدال آپ کی عقل سلیم اور آپ کے اخلاق فاضلہ اور آپ کے حسن اختلاط و نرمی و تلطف بیان فرمایا ہے۔ اور غرض یہ ہے کہ تا لوگوں کو معلوم ہو کہ آپ یونہی اللہ تعالےٰ کے مقرب نہیں بن گئے۔ بلکہ پہلے اپنی ذات میں کمال اور جوہر رکھتے تھے پس اگر کوئی اور بھی خدا کا مقرب ہونا چاہے تو وہ آپ کا نمونہ اختیار کرے۔ اس لئے فرمایا ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ۔ پس معلوم ہو گیا یہ ہر دو احکام بطور زینت اور کمال کے صادر ہوئے ہیں ولا یہ شریعت اسلام کے بنیادی احکام میں سے ہرگز نہیں فہو المراد۔

صدائے عام

۲۶-۲۷-۲۸-۲۹ دسمبر ۱۹۲۰ء اتوار۔ پیر۔ منگل۔ بدھ۔ سالانہ جلسہ قادیان کی تاریخیں یاد رکھو اور آنے کی کوشش کرو۔

مولانا ابوالکلام اور واقعہ امام حسینؑ

نمبر ۳

آپ نے خود ہی سوال اٹھایا ہے کہ بعض لوگوں کو یہ شبہ ہو سکتا ہے کہ اگر سلطان اسلام کو خلیفہ مان لینا چاہیئے گو نا اہل ہو تو پھر حضرت حسین علیہ السلام نے یزید بن معاویہ کی حکومت کے خلاف کیوں خروج کیا۔ اور کیوں انکو برسر حق اور شہید ظلم و جور تسلیم کیا جاتا ہے“۔ اس سوال کے حل میں آپ نے حضرت امام علیہ السلام کو کھلا ملزم ٹھہرا دیا ہے۔ اور بجائے ان کی بریت کے ان پر کھلا بغاوت کا جرم لگا دیا ہے آپ نے ان کی بریت کی توجیہ کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ جب وہ مدینہ سے روانہ ہوئے اسوقت اور حیثیت تھی۔ مثلاً یہ کہ جب مدینہ سے چلے تھے اسوقت نہ تو ابھی یزید کی حکومت قائم ہوئی تھی۔ اور نہ اہم مقامات مثلاً مدینہ اور کوفہ نے اسکو خلیفہ تسلیم کیا تھا جب وہ میدان کربلا میں رکے تھے اسوقت وہ کوئی مدعی خلافت و امامت نہ تھے بلکہ چونکہ ان کو ابن سعد ناحق قید کرنا چاہتا تھا۔ اور شریعت نے کسی مسلمان کو مجبور نہیں کیا کہ ناحق اپنے تئیں ظالموں کے ہاتھ دیدے۔ اسلئے وہ لڑ کر حالت مظلومی و مجبوری میں شہید ہوئے۔

امام حسین پر یزید کی بیعت فرض تھی

مکرم مولانا! آپ کے رسالہ کے ناظرین کیلئے کبھی یہ حل تسلی بخش نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ اس میں لکھا ہے۔ من مات ولیس فی عنقہ بیعة فقد مات میتة الجاھلیة پھر لکھا ہے۔ من فارق الجماعة فقد مات میتة الجاھلیة۔ پھر لکھا ہے ”جو مسلمان خلیفہ کی اطاعت سے باہر ہوا وہ اسلامی جماعت سے باہر ہو گیا“! کیا حضرت امام حسین علیہ السلام ان وعید سے بے خبر تھے۔ آپ تو لکھتے ہیں کہ جب کوفہ میں پہنچکر حضرت امام علیہ السلام کو معلوم ہوا کہ تمام عراق ابن زیاد کے ہاتھ پر یزید کی بیعت کر چکا ہے۔ تو انہوں نے واپس مدینہ جانے کا ارادہ کیا گویا بیعت کا ارادہ پھر بھی نہیں کیا۔ میں کہتا ہوں کہ اگر یزید واقعی خلیفہ اسلام ہوتا تو حضرت امام حسین علیہ السلام مدینہ کی روانگی سے قبل ہی بیعت کر لیتے۔ وہ کوفہ کا عزم ہی نہ کرتے۔ چہ جائیکہ کوفہ میں آکر پھر صرف واپسی مدینہ کا ہی ارادہ کریں۔ لیکن بیعت کا ارادہ بالکل نہ کریں۔ کیا اس سے پہلے انہوں نے کسی خلیفہ کی بیعت نہ کی تھی؟

ابن سعد حق پر تھا

پھر اگر واقعہ میں یزید خلیفہ اسلام تھا۔ جیسے کہ آپنے مانا ہے اور اسکو فہرست خلفاء میں بھی لکھا ہے تو آپ کا یہ کہنا کہ ابن سعد ان کو ناحق قید کرنا چاہتے تھے۔ بالکل باطل ہو جاتا ہے۔ کیونکہ جس صورت میں ایک خلیفہ کی حکومت جم چکی ہی اس صورت میں ایک ایسے شخص کے قید کا ارادہ کرنا جسکے مدعی خلافت ہونیکے متعلق کھلے کھلے قرائن موجود ہوں۔ اور جس کا وجود جماعت اسلام کے لئے تفرقہ کا موجب ہو سراسر حق فعل ہے نہ کہ ناحق۔ مثلاً اول اہل کوفہ نے ان کو خود بلایا تھا۔ تاکہ وہ ان کی بیعت کریں (جیسے کہ آپ نے خود لکھا ہے)

دوسرے پھر ان کو خلیفہ وقت کی بیعت سے انکار تھا۔

تیسرے یہ کہ وہ خلیفہ وقت (یزید) سے زیادہ پارسا۔ صالح۔ اور متقی تھے۔

چوتھے یہ کہ وہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے نواسے تھے۔

پانچویں یہ کہ جب خلیفہ وقت کے نائبوں نے ان کو قید کرنا چاہا تو انہوں نے مقابلہ کیا۔

پس ان حالات کے ماتحت ابن سعد کسطرح ظالم اور حضرت امام حسین کسطرح مظلوم اور شہید ٹھہر سکتے ہیں بلکہ ابن سعد بالکل حق پر اور حضرت امام حسین علیہ السلام ناحق پر معلوم ہوتے ہیں۔ کیونکہ بقول آپکے انہوں نے خلیفہ وقت کے آدمیوں کی حکم عدولی کی من عصٰی امری فقد عصانی۔

امام حسینؑ اور خلیفہ وقت کا مقابلہ

اور انہوں نے خلیفہ وقت کا مقابلہ کیا حالانکہ آپ لکھتے ہیں کہ ”من قتل مومنا متعمدا فجزاؤہ جہنم خالدین فیھا۔ وہ اسلامی جماعت سے خارج ہو جائیگا۔ اسکا ٹھکانا دوزخ ہے۔ **البتہ خلیفہ اسلام کے مقابل ہو کر لڑنے کا جرم سب سے زیادہ سنگین ہے**“ ایک طرف تو ایسے سنگین اصول قائم کئے ہیں۔ اور دوسری طرف آپ لکھتے ہیں۔ حضرت امام حسینؑ نے خلیفہ وقت کا مقابلہ کیا۔ نعوذ باللہ من ذالک۔ آپ نے حضرت امام پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پوزیشن کو بہت ہی نازک بنا دیا ہے۔ اور دوست بن کر ان کی گردن پاک پر یزید سے بھی بڑھکر بے رحمی سے تلوار چلائی ہے۔

خلیفہ کا مقابلہ حرام ہے

پھر آپ بڑا زور اس بات پر دیتے ہیں کہ حضرت امام بحیثیت مدعی خلافت و امامت ہو کر نہ لڑے تھے حالانکہ آپ لکھتے ہیں کہ ”جو مسلمان خلیفہ کی اطاعت سے باہر ہوا وہ اسلامی جماعت سے باہر ہو گیا جس نے اسکے مقابلہ میں لڑائی کی یا لڑنے والوں کی مدد کی اس نے اللہ اور رسول کے مقابلہ میں تلوار کھینچی وہ جماعت اسلام سے باہر ہو گیا۔ اگرچہ نماز پڑھتا ہو اور روزے رکھتا ہو اور اپنے تئیں مسلمان سمجھتا ہو“ پس یہاں تو محض مقابلہ خلیفہ ہی حرام ہے خواہ مدعی خلافت ہو یا نہ ہو۔ پس اگر امام حسین مدعی خلافت و امامت

[illegible]

نہ تھے تو سو دفعہ نہ ہوتے۔ مگر خلافت و امامت کو تو سرے سے ہی قتل کرنا واجب ہے۔ مقابلہ تک تو نوبت ہی نہیں پہونچتی۔ جیسے کہ آپ نے لکھا ہے ایک خلیفہ کی حکومت اگر جم چکی ہے اور پھر کوئی سلمان اسکی اطاعت سے باہر ہوا اور اپنی حکومت کا دعوے کیا تو وہ باغی ہے۔ اسکو قتل کر دینا چاہیے"۔ پس مکرم مولانا! مہربانی فرما کر آپ اس سوال کے حل پر خدارا نظر ثانی کریں اور حضرت امام پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ان خطرناک الزامات سے بری کرنے کی کوشش کریں۔ معلوم ہوتا ہے کہ آپ کا یہ حل حضرات شیعہ کی نظر سے تاہنوز نہیں گذرا۔ ورنہ میں ایک لمحہ کے لئے بھی باور نہیں کر سکتا کہ ان جیسا شیدائی حسین یہ پڑھکر اتنی دیر خاموش رہتے۔

چراغ الدین احمد از قادیان

ویدوں کا نزول

(۳)

زبان

انسان کا بولنا با معنی جسکو زبان یا بولی کہتے ہیں جس سے ہر ایک آدمی اپنے مافی الضمیر دوسرے انسان پر ظاہر کر سکتا ہے۔ آیا یہ انسان کا فطری جوہر ہے یا اکتسابی یعنی سکھیا کا ہے۔ اس امر کا مفصل بیان پنڈت دیانند صاحب نے اپنی کتاب رگوید آدی بھاشیہ بھومکا مطبوعہ سمت ۱۹۴۳ء کے صفحہ ۸۵ کے حواشی میں کیا ہے۔ جسکا مدعا اور مطلب یہ ہے کہ اکبر جلال الدین بادشاہ نے انسان کی قدرتی زبان معلوم کرنیکو چند بچے ایک مکان میں رکھے۔ بعد پرورش کے معلوم ہوا کہ انکی فطری زبان کوئی نہیں جو زبان تعلیم ہوگی۔ وہی بولنے لگ جاوینگے۔ گو انسان میں بالقوہ بولنے کی طاقت ہے۔ مگر نطق با معنے کرنا تعلیم و تعلم پر ہی موقوف ہے۔ اور یہی اسی رگوید آدی بھاشیہ بھومکا کے صفحہ ۵ میں پنڈت صاحب فرماتے ہیں۔ کیونکہ آغاز آفرینش میں بجز اُس گرو معلم اول پرمیشور کے سوا اور کوئی دوسرا ہدایت دینیوالا نہیں تھا۔ یعنی کسی طرح کی تعلیم خواہ زبان دانی ہو خواہ تربیت روحانی ادگا پرمیشور ہی انکا سکھانے والا تھا۔ اور یہ بھی واضح ہو کہ ابتدائے آفرینش عالم میں ضرور کوئی زبان بابت ان مرد و زن کو جن کا یکلخت شروع دنیا میں پیدا ہونا پنڈت دیانند صاحب نے اپنی کتاب ستیارتھ پرکاش مطبوعہ سمت ۱۹۵۲ کے صفحہ ۲۸۴ سطر ۸ میں بیان کیا ہے۔ ضرور ہے کہ پرمیشور نے اُنکو کوئی زبان سکھائی ہوگی۔ کیونکہ بدون جاننے کسی زبان کے اُنکے داد و دہش کا معاملہ چل نہیں نہیں سکتا۔

مادری زبان

اور یہ بھی یاد رہے کہ زبان سنسکرت کو دیانند صاحب نے ام الالسنہ قرار دیا ہے۔ دیکھو ستیارتھ پرکاش صفحہ ۲۷۵ سطر ۳۱ میں لکھا ہے کہ ویدوں کی زبان سب زبانوں کی ماں ہے۔ چونکہ زبان سنسکرت ام الالسنہ ہوئے کیوجہ سے ضرور ہے کہ پہلی خلقت کو یہی زبان سکھائی ہوگی۔ کیونکہ ام الالسنہ زبان وہی ہو سکتی ہے جو تمام زبانوں سے پہلے کی ہو۔ ضرور ہے کہ پہلے پہل نو پیدا مرد و زن کو پرمیشور نے یہی زبان سنسکرت تعلیم کی ہوگی۔ اور یہی زبان سنسکرت پہلی خلقت کی نسلاً بعد نسل گویا مادری زبان ہوگئی۔

اختلاف گورو وچیلہ

اور یہ بھی واضح ہو کہ ابتدائی پیدائش بندگان خدا کی بقول دیانند صاحب ملک تبت میں ہوئی تھی دیکھو ستیارتھ پرکاش مطبوعہ سمت ۱۹۵۴ کے صفحہ ۲۸۵ سطر ۱۱۔ برخلاف پنڈت دیانند کے آپ کا چیرہ کار منشی لیکھرام اپنی تکذیب مطبوعہ ۱۸۸۷ء کے صفحہ ۴۹ سطر ۷ میں ابتدائی پیدائش دنیا ملک ہندوستان میں ٹھیراتے ہیں۔ اور خوبی یہ کہ ملک ہندوستان کا حدود اربعہ خود پنڈت دیانند نے ستیارتھ پرکاش کے صفحہ ۲۸۶ سطر ۱۴ میں بیان کر دیا ہے۔ جس سے ظاہر ہوتا ہے۔ کہ تبت ہندوستان سے خارج ہے۔ اب یہ گورو اور چیلے کا صریح اختلاف کذب کی ڈگری جاری کر رہا ہے آریوں کا اختیار ہے جس طرف چاہیں ڈگری جاری کریں۔ یہ انکے گھر کا مقدمہ ہے۔

ویدوں کی زبان سنسکرت

پھر پنڈت دیانند اپنی کتاب ستیارتھ پرکاش کے صفحہ ۲۵۷ سطر ۸ میں لکھتا ہے۔

سوال: کسی خاص ملک کی زبان میں وید نازل کیوں نہیں ہوئے۔ وید سنسکرت میں کیوں ہوئے

جواب۔ اگر کسی خاص ملک کی زبان میں نازل ہوتے تو ایشور طرفدار ٹھیرتا۔ کیونکہ جس ملک کی زبان میں نازل کرتا اس ملک کے باشندوں کے پڑھنے پڑھانے میں آسانی اور دوسرے ممالک والوں کو مشکل ہوتی۔ اسلئے ویدک سنسکرت ہی میں نازل کئے۔ جو کسی ملک کی زبان نہیں۔ اور وید کی زبان سب زبانوں کی ماں ہے۔ اسی میں وید نازل کئے۔ انتہیٰ"

ابتدائی زبان

ناظرین غور فرمائیں۔ کہ زبان سنسکرت ام الالسنہ ہونیکی وجہ سے پہلے پہل نو پیدا خلقت کو خود پرمیشور نے سکھائی جسکا ثبوت اوپر ہو چکا ہے۔ اور یہی زبان سنسکرت پہلی خلقت کی نسلاً بعد نسلاً مادری زبان ہوگئی۔ پھر اسی اپنی سکھائی ہوئی زبان سنسکرت میں جو ملک تبت یا ہندوستان میں عام بولی جاتی تھی وید بھی نازل کئے۔

ہمارا اعتراض

کیوں آریو! اپنی سکھائی ہوئی زبان سنسکرت میں جو پہلی نو پیدا خلقت عام بولتی تھی۔ خواہ ملک تبت میں

خواہ ہندوستانی ہیں ان کے لئے اور انکی اولاد کے لئے تو ویدوں کا پڑھنا پڑھانا بالکل آسان ہوگیا اور جن ملک کے باشندوں کو پرمیشور نے زبان سنسکرت نہیں سکھائی اور نہ انکی مادری زبان ہے۔ اُن کے لئے ویدوں کا پڑھنا پڑھانا سخت مشکل ہوگیا۔ پیارے آریو اسبات میں بقول دیانند آپ کے پرمیشور کا انصاف و عدل خاک میں ملا جاتا ہے۔ پس یا تو آریا بقول دیانند زبان سنسکرت کو ام الالسنہ اور آغاز آفرینش عالم میں پہلی خلقت کو پرمیشور کی سکھائی ہوئی زبان قرار نہ دیں۔ ورنہ سنسکرت زبان کو ام الالسنہ اور پہلی خلقت کو پرمیشور کی سکھائی ہوئی زبان مانکر اور اسی زبان سنسکرت میں ویدوں کا نزول ٹھہرا کر اپنے پرمیشور کو طرفداری سے پاک نہیں ٹھہرا سکتے۔

نصیحت کی باتیں

۱۔ خدا تعالیٰ کی رضامندی باپ کی رضامندی پر اور ناراضی باپ کی ناراضی پر موقوف ہے۔

۲۔ یتیم کا پرورش کرنیوالا خواہ وہ یتیم اسکے قرابتیوں کا ہو یا دوسرے کا جنتی ہے۔

۳۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے دوبار خدا کی قسم کہا کر فرمایا کہ وہ شخص ایماندار نہیں ہے جسکا پڑوسی (ہمسایہ) اوسکی بدیوں اور برائیوں سے امن میں نہ ہو۔

۴۔ وہ شخص مومن نہیں ہے جس نے اپنا پیٹ بھر لیا مگر پڑوسی اُسکا بھوکا ہے

۵۔ جب تین آدمی ہوں تو انمیں سے دو کو آپسمیں کانا پھوسی تیسرے کو چھوڑ کر نہ کرنی چاہیئے تاکہ تیسرا شخص رنجیدہ نہ ہو۔

۶۔ جو چھوٹوں پر رحم اور بڑوں کی توقیر و عزت نہ کرے وہ مومن نہیں ہے۔

۷۔ جو شخص کسی کو بھائی کا گوشت کہانے یعنی غیبت کرنے سے روکے وہ دوزخ کی آگ سے آزاد ہوگا۔

۸۔ جو شخص کسی کا عیب دیکھکر اُسکی پردہ پوشی کرے اس نے گویا زندہ دفن کی ہوئی لڑکی کے زندہ کرنے کے برابر اجر حاصل کیا۔

۹۔ اچھا آدمی وہ ہے جس سے لوگ بھلائی کی اُمید رکھیں۔ اور بدی سے بچیں اور برا آدمی وہ ہے جس سے نیکی کی امید ہو نہ اسکی برائی سے امن ہو۔

۱۰۔ بدظنی سے بچو کیونکہ بدگمانی نہایت جھوٹی بات ہے۔ نہ تاک جھانک کرتے پھرو نہ جاسوسی و مخبری کرو۔ نہ کسی پر حسد کرو نہ آپسمیں بغض اور دشمنی رکھو نہ غیبت اور چغلی کرو اور خدا کے نیک بندے بنکر آپس میں بھائی بھائی ہو جاؤ۔

۱۱۔ حسد سے بچو کیونکہ حسد نیکیوں کو ایسا کھا جاتا ہے جیسے کہ آگ لکڑی کو جلا ڈالتی ہے

۱۲۔ جو شخص ایک برس تک اپنے بھائی سے دنیوی ناراضی کے سبب ملاقات ترک کرے وہ مانند خون کرنے والے کے ہے۔

۱۳۔ کسی کو جائز نہیں کہ اپنے بھائی سے تین دن سے زیادہ ناراض رہے۔

۱۴۔ آپسمیں برائی ڈلوانے سے بچو اسلئے کہ یہ دین و دنیا کو برباد کرنیوالی ہے۔

۱۵۔ بڑا گناہ ہے کہ کسی مسلمان کی ناحق زبان درازی یا غیبت سے آبروریزی کیجائے۔

۱۶۔ افلاس (تنگدستی) کفر کے قریب پہونچا دیتی ہے اور حسد برباد کرنیکو تقدیر پر غالب آتا ہے۔

۱۷۔ جو اپنے بھائی سے معذرت کرے مگر وہ اسکا عذر و معذرت نہ سُنے اور نہ قبول کرے تو وہ سخت ظالم اور گنہگار ہے۔

۱۸۔ مجلس میں جو بات سنو اسکو نکتہ چینی کے لئے کسی سے مت کہو۔

۱۹۔ خرچ کرنے میں میانہ روی آدھی معیشت ہے۔

۲۰۔ مومن سادہ اور نیک بدکار مکار اور بخیل ہوتا ہے۔

۲۱۔ وہ بہادر نہیں جو لوگوں کو کشتی میں پچھاڑ دے۔ افضل بہادر وہ ہے جو اپنے غصہ کو دبا

۲۲۔ وہ آدمی برا ہے جو دوسروں سے اپنے آپ کو اچھا اور برا سمجھے اور خدا کو بھول جائے۔ اور وہ جو لوگوں پر ظلم و زیادتی کرے اور وہ جو کھیل کود میں مشغول رہے اور مرنیکو بھول جائے۔ اور وہ جو فسادی اور حد سے بڑھنے والا ہو۔ اور وہ جو دنیا کو دین پر مقدم کرے اور وہ لالچی جو دربدر بھٹکا پھرے اور وہ جو خواہشات نفس و حرص و ہوا کا تابع ہو۔ اور وہ جو حصول دنیا کی رغبت میں ذلیل و خوار ہو جائے۔

۲۳۔ جو فروتنی اور تواضع کرتا ہے خدا تعالیٰ اسکو بڑھاتا ہے۔ گو اپنے دل میں وہ اپنے آپ کو چھوٹا جانتا ہے مگر لوگوں کی نظر میں وہ بڑا دکھایا جاتا ہے۔ اور جو غرور و تکبر کرتا ہے خدا اُسکو نیچے گرا کر پست کر دیتا ہے۔ اور پھر وہ لوگوں کی نظر میں کتے اور خنزیر سے بھی ذلیل و حقیر ہوتا ہے۔ اگرچہ اپنے دل میں وہ خود بڑا بنتا ہے۔

۲۴۔ خدا کے نزدیک وہ شخص بڑا معزز ہے جو بدلہ لینے کی طاقت اور قدرت رکھتا ہو معاف کر دے۔

۲۵۔ ظاہر و باطن خدا سے ڈرنیوالا خوشی اور ناراضگی میں سچ کہنے والا اور فراخی و تنگی میں میانہ روی اختیار کرنے والا جنت کا مستحق ہے۔

۲۶۔ جو شخص خدا تعالیٰ کی رضامندی کیلئے لوگوں کی ناراضگی کا کچھ خیال نہ کرے تو خدا اُسکے لئے کافی ہے۔ اور لوگوں کے شر سے اُسے بچا لیتا ہے۔ اور جو لوگوں کی رضا چاہے۔ اور خدا کی ناراضی کا کچھ خیال نہ کرے وہ فتنوں میں پھنسنے کے واسطے لوگوں کے سپرد کیا جاتا ہے۔

۲۷- اکثر آدمی دو نعمتیں پاکر خسارے میں رہتے ہیں۔ ایک آسودگی۔ دوسری تندرستی۔ ان دونوں نعمتوں کو خدا سے پاکر ایسے غافل ہوجاتے ہیں۔ کہ خدا بھی یاد نہیں رہتا۔

۲۸- دو خصلتیں جس میں ہوں وہ شاکر اور صابر ہے۔ ایک خصلت یہ کہ جسکو اپنے سے زیادہ دینداری میں دیکھے اوسکی پیروی کرے۔ دوسری خصلت یہ کہ جسکو دنیا داری (یعنی مال و دولت) میں اپنے سے کم دیکھے تو خدا کے فضل و کرم کا شکر کرے کہ خدا نے اوس کو دنیا دار سے زیادہ دیا۔

۲۹- زہد اس کا نام نہیں کہ موٹا اور سخت کپڑا پہنے اور بے مزہ کھانا کھائے بلکہ پرہیزگاری (زہد) یہ ہے کہ دنیا کی حرص کو کم کرے۔

۳۰- قومی مال میں چوری کرنے والوں کو خدا ڈرپوک اور مرعوب کردیتا ہے۔ اور جس قوم میں زنا کاری پھیلتی ہے اوس قوم میں موت صفائی کردیتی ہے۔ اور جو قوم ماپ تول میں کمی بیشی کرنے لگتی ہے وہ مفلس و نادار ہوجاتی ہے اور جس قوم میں ناحق فیصلے ہونے لگیں اوس میں خونریزی پھیلتی ہے۔ اور جس قوم میں عہد شکنی شروع ہوجاتی ہے۔ اس قوم پر دشمن غالب آجاتا ہے۔

۳۱- لوگوں پر ایک ایسا زمانہ آئیگا کہ اوس میں اسلام باقی نہ رہیگا۔ مگر نام قرآن باقی نہ رہیگا۔ مگر رسم کے طور پر مسجدیں آباد و بارونق ہونگی۔ مگر ہدایت کے نہ ہونے سے خراب ہونگی۔ علماء اسوقت کے شریر اور فسادی ہونگے تمام دنیا سے اونہیں سے ہی فتنہ و فساد کھڑے ہونگے اور اونہی میں لوٹ کر داخل ہوجائینگے۔ (یہ وہی زمانہ ہے خدا رحم کرے) ایڈیٹر

۳۲- منافق میں دو باتیں جمع نہیں ہوتیں ایک نیک خوئی۔ دوسری دین کی سمجھ

۳۳- کسی سوراخ میں پیشاب نہ کرنا چاہیئے۔

پیر بخش لاہوری اور خواجہ حسن نظامی

بابو پیر بخش صاحب لاہوری کا رسالہ کوئی جب کبھی میری نظر سے گذرا تو اسمیں عام طور پر بڑے بھاری یہ تین اعتراض ہوتے ہیں۔

۱- الہام انت منی بمنزلۃ ولدی یا اولادی پر۔

۲- کرشن ہونے پر

۳- مندرجہ بالا الہامات کے ہوتے ہوئے مرزا صاحب مسلمان نہیں رہ سکتے۔

چونکہ خواجہ حسن نظامی دہلوی بابو صاحب کے ہم خیال ہیں۔ اور عام طور پر بھی زمانہ میں مایہ ناز تصور کئے جاتے ہیں یہی وجہ ہے۔ کہ بندہ کی طرف سے بابو صاحب کے پہلے اعتراض کا جواب فاروق ۱۱ر نومبر ۱۹۲۰ء میں خواجہ صاحب کی قلم سے تحریر شدہ دیا گیا ہے۔ اب دوسرے دو اعتراضوں کا جواب بھی خواجہ صاحب کی تحریر سے ہی ہدیہ ناظرین کرتا ہوں۔

جواب نمبر ۲- کتاب امام الزمان کی آمد جسکا کچھ ذکر کسی سابقہ پرچہ میں بھی کرچکا ہوں۔ اسکے صفحہ نمبر ۴۳ میں خواجہ صاحب حسب ذیل تحریر فرماتے ہیں۔

"یہ معلوم ہوتا ہے کہ دنیا کے ہر مذہب کی کتاب آخر زمانہ میں ایک بڑے شخص کی آمد کا ذکر کرتی ہے۔ اور انسانوں کو تکلیف و گھبراہٹ کے زمانہ میں اسکی بشارت دیکر مطمئن رہنے۔ اور اس بڑے آدمی کو تلاش کرنے کا حکم سناتی ہے ہر مذہب کی علیحدہ اصطلاح مقرر ہے۔ اسلامی مذہب کی اصطلاح میں اس بڑے آدمی کا نام مہدی اور امام آخر الزمان رکھا گیا ہے۔ یہودی اور عیسائی اور ہندو جس آنے والے کا انتظار کر رہے ہیں۔ مسلمان بھی اسی کے منتظر ہیں۔ فرق صرف اتنا ہے۔ کہ وہ اس کو کسی اور نام سے یاد کرتے ہیں۔ اور مسلمان اسکو مہدی یا امام آخر الزمان کہتے ہیں۔ یا یہ فرق ہے۔ کہ مسلمان مہدی کو اسلام اور مسلمانوں کا ترقی دینے والا کہتے ہیں اور عیسائی اسکو عیسویت کا نجات دہندہ اور یہودی یہودیت کا قائم کرنے والا اور ہندو ویدک دھرم کا شائع کنندہ سمجھتے ہیں۔

میرے خیال میں یہ ہر قوم کی ذاتی اغراض ہیں ورنہ بڑا وہی ہوتا ہے۔ جو سب اقوام اور سب مذاہب کو ایک نظر سے دیکھے۔ اور سب کی تکلیفوں سے ہمدردی کرے۔ اور سب کو رنج و ضرر سے بچائے لہذا میرا عقیدہ ہے۔ کہ امام الزمان ہر قوم اور ہر مذہب کی تکلیفوں کو دور کرنے والے ہیں۔ اور ساری دنیا اسکے قدموں کی برکت سے فائدہ اٹھائیگی"

کیوں صاحب۔ اس تحریر سے مسیح اور مہدی اور کرشن ایک ہی شخص ثابت ہوتا ہے۔ چنانچہ حضرت مسیح موعودؑ کے بھی یہ ہی دعاوی ہیں۔ اور یہ ہی وجہ ہے۔ کہ ہر مذہب کے لوگ جوق در جوق باشوق مافوق اس سلسلہ عالیہ میں داخل ہو رہے ہیں۔ اب دیکھئے بابو صاحب اس تحریر کو پڑھکر خواجہ صاحب کی نسبت کیا حکم صادر فرماتے ہیں مگر میرے خیال میں خاموشی سے وقت ٹال دینگے اس کتاب میں ان لوگوں کے اور بھی بہت سے سوالات کے جواب ہیں۔ مگر پھر کسی وقت انشاء اللہ حاضر ہونگا۔

جواب نمبر ۳- رسالہ نظام المشائخ ماہ ربیع الثانی سنہ ۱۳۳۹ھ کے صفحہ ۴ پر حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ بنصرہ کی طرف سے ایک مضمون "خاتم النبیین" کی شرح سے درج ہے۔ اس مضمون کے شروع کرنے سے پہلے خواجہ صاحب یوں رقمطراز ہیں "گزشتہ ربیع الاول سنہ ۱۳۳۹ھ میں جب ہمیں پہلی دفعہ سوانح نمبر نکالنے کا خیال پیدا ہوا

توہم نے مختلف مذاہب و مشارب کے پیشواؤں کو لکھا تھا۔ کہ وہ براہ عنایت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی نسبت اپنے خیالات و آراء ظاہر فرمائیں۔ انہی میں صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد خلف جناب مرزا غلام احمد صاحب مرحوم قادیانی دعویدار مسیحیت بھی تھے۔ لیکن افسوس کہ انکا جواب وصول ہو کر ایسا گم ہوا کہ انتیس ۲۹ تو انتیس ۲ سنہ ۳۳ھ کے اسوۂ نمبر میں بھی شائع نہ کیا جا سکا۔ آج اتفاق سے پرانے کاغذات میں وہ یکا یک نظر پڑ گیا۔ ہم صاحبزادہ صاحب سے معافی چاہتے ہیں۔ اور دلی شکریہ کے ساتھ اسے ذیل میں درج کرتے ہیں۔ ایڈیٹر"

اب عرض ہے کہ مرحوم کا لفظ مسیح موعود علیہ السلام کے حق میں جو خواجہ صاحب نے تحریر فرمایا ہے۔ وہ مسلمانوں کے واسطے بولا جاتا ہے۔ یا کسی اور کیواسطے ناظرین خود انصاف فرمالیویں۔ مجھے امید واثق ہے۔ کہ بابو پیر بخش صاحب و انکے ہم خیال ان جوابات کو ٹھنڈے دل سے پڑھینگے۔ اور غور کریں گے۔ اور اگر نہ سوچیں۔ تو انکی مرضی۔ مگر طینت روح تو ضرور سوچینگے۔ اور مستفیض ہونگے۔

محمد حسین احمدی موضع علیسین

افسوسناک شکایت فاروق کی ماہ ہائے رواں اکتوبر لغایت ۳۱ دسمبر ۱۹ء کے چندہ کیلئے چار پانچ مرتبہ خریداران فاروق کو لکھا گیا کہ وہ بذریعہ منی آرڈر اپنے پیسے ماہ ہی رواں کا بھیجدیں ورنہ وی پی ترسیل بجائی ار کے ۳ مزائد خرچ ڈاکخانہ کے جدید قواعد کے ماتحت ہونگے کسی نے ذرا بھی پرواہ نہ کی آخر دو ماہ ماہی سلاں کے کی انتظار میں گذار دئے بجز دو چار خریداران کے کسی نے بھی توجہ نہ کی آخر پیر ایک علاوہ دیگر دسمبر کے شروع میں وی پی ایکبار دیدیا گیا ۴ ہر ایک وی پی پر فیس رجسٹری زائد خرچ کئے افسوس سے لکھا جاتا ہے کہ فیصدی ۳۳ تینتیس خریداران نے بلا وجہ معقول وی پی واپس کر دے دو دو آنہ محصول ڈاک کا فاروق کو نقصان دینا پسند کیا اپنا ایک پیسہ خرچ کر کے کارڈ لکھنا گوارا نہ کیا۔ میری [illegible]

نتیجہ ۔ [illegible]

نیچرل پردہ

عورت پردہ کرے یا منہ کھولے بازاروں میں پھرے؟ یہ نئی روشنی اور پرانی کی بحث کا ایک اکھاڑہ ہے۔

نئے زمانہ والے کہتے ہیں

پردہ کی کچھ ضرورت نہیں۔ عورت دنیا میں آئی ہے۔ دیکھنے دکھانے کو۔ یا گھر کے اور برقعہ کے جیل خانہ میں منہ کو اور بدن کو قید کئے کئے مرجانے کو؟ مرد سب کو دیکھتا ہے۔ سب سے ملتا ہے۔ سب اسکو دیکھتے ہیں۔ اور بات چیت کرتے ہیں۔ پھر کیا وجہ کہ عورت اس سے محروم رہے عورت کے دل نہیں ہے۔ آنکھ نہیں ہے۔ دل میں ارمان لیکر پیدا نہیں ہوئی خدا تعالٰے نے کس بات میں عورت کو مرد سے کم رکھا ہے جو وہ مرد کی قیدی ہو کر گھر کی حوالات میں بند رہے۔

قرآن شریف صرف مردوں کے لئے اترا ہے یا عورتوں کا بھی اسمیں کچھ حق ہے۔ اگر عورت مرد قرآن کے حکم ماننے میں برابر کے شریک ہیں تو کیا وجہ ہے کہ سیروا فی الارض مردوں پر فرض اور عورتوں پر حرام۔ مرد تو دنیا کے ہر نیک و بد کی دید اور سیر حکم قرآن کی بموجب کریں۔ اور عورتوں کو اس سے روکیں۔

مرد اسلام کا جو کلمہ توحید پڑھتے ہیں وہ عورتوں کے کلمہ سے کوئی الگ چیز ہے؟ مردوں کی نماز عورتوں سے کچھ زیادہ ہے؟ مردوں کے روزے عورتوں سے گنتی میں بڑھکر ہیں؟ مردوں کا حج عورتوں کے حج سے کچھ ممتاز ہے؟ مردوں کی زکوۃ عورتوں کی زکوۃ پر کچھ فوقیت رکھتی ہے؟ شریعت میں تو ان سب سوالوں کا جواب یہ ہے کہ اسلام کے پانچوں رکن جن کا ذکر اوپر ہوا عورت مرد پر یکساں واجب و فرض ہیں۔ ان فرائض میں جو اسلام کی بنیاد ہے عورت مرد کے ساتھ برابر کی شریک ہے۔ خدا تعالٰی نے ان حکموں میں مرد کو عورت پر کچھ بھی فوقیت نہیں دی۔

قرآن شریف میں الرجال قوامون علی النساء فرمایا ہے۔ ورثہ میں ان کا حصہ آدھا مقرر کیا ہے جاہلیت کی بے شرمی و بے پردگی سے روکا ہے مگر یہ کہیں نہیں کہا کہ مرد بادشاہ ہے اور عورت لونڈی۔ مرد خدا ہے اور عورت بندی مرد خود مختار ہے۔ اور عورت لاچار و بے اختیار اعضائے جسمانی کی تعداد میں عورت مرد کی برابر ہے۔ صرف اتنا فرق ہے۔ کہ اسکا جسم مرد سے کسیقدر کمزور ہے۔ اور اسی ناتوانی کے سبب رجال کی نسبت قوامون علی النساء ارشاد ہوا اسکا یہ مطلب نہیں کہ مرد عورتوں کے حاکم ہیں۔ ورثہ کی کمی بھی اس لئے ہے کہ مرد کی جسمانی تنومندی زیادہ خوراک چاہتی ہے۔ اور مرد کی رزم جوئی زیادہ مصارف کی خواستگار ہے۔

لا تبرجن تبرج الجاھلیۃ کا بھی یہ مطلب ہے کہ اسلام سے پہلے زمانہ میں عورتیں جانوروں کی طرح بیحیائیاں کرتی تھیں۔ اسلام نے تہذیب سکھائی تو ان بے تمیزیوں کو منع کر دیا۔ یہ غرض نہ تھی کہ عورت پردہ کی قید میں منہ چھپا کر بیٹھ جائے اور دنیا میں مردوں کی مانند زندگی بسر نہ کرے۔

پرانی روشنی والے کہتے ہیں

عورت ناقص العقل ہے۔ عورت فتنہ ہے۔ عورت کو مرد کی برابری کا کوئی حق نہیں۔ ارکان اسلام میں خصوصیت موجود ہے۔ عورت پر ایسے وقت آتے ہیں جب وہ نماز روزہ کے پاس نہیں جا سکتی الرجال قوامون علی النساء کا یہی مطلب ہے کہ عورتوں پر مرد کامل فوقیت رکھتے ہیں۔ لا تبرجن تبرج الجاھلیۃ کا یہی منشاء ہے۔ کہ عورت گھر کے اندر قید ہو کر بیٹھے۔ کہیں نہ جائے۔ کبھی سے

مرد کی گھری بابت میں دخل نہ دے سکے۔ مرد کو کسی باتیں نہ ٹوکے کہ چپکے پھرے نے سیر سپاٹا کیا اُسے کوئی حق نہیں شریف عورت ہے جس کی جوتی کا آنچل بھی غیر مرد نے نہ دیکھا ہو۔ اور وہ کسی نامحرم سے نہ ملی ہو۔ جس کے گھر میں ہوا تک کا گذر نہ ہو۔

جنکی عورتیں پڑھنا جانتی ہیں اُن کی شرافت میں شبہ ہے۔ اور جنکی عورتوں کو لکھنا بھی آتا ہو وہ قیامت تک شریف نہیں ہو سکتے۔ لہذا عورتوں کو تعلیم نہ دینی چاہیئے۔ اور گھر کی چاردیواری میں مقید رکھکر ان کی بچوں کو پالنے، سینے پرونے، پکانے ریندھنے میں عمر کاٹ دینی چاہیئے۔ سیر تماشا۔ ملنا جلنا۔ دیکھنا دکھانا مردوں کا حق ہے۔ عورتوں کو اس سے کیا سروکار۔

نیچر و فطرت کیا کہتی ہے

عورت ہر اعتبار سے مرد کے مساوی ہے اسلام نے اسکے حقوق دنیا بھر کے مذاہب اور قوموں سے زیادہ محفوظ کر دیئے ہیں۔ اسلام ہی ایسا مذہب ہے جو عورتوں کو آدمیت کا جامہ پہنانے آیا تھا۔ بلکہ یہ کہنا چاہیئے کہ توحید کے بعد اسلام نے جو سب سے بڑا کام دنیا میں کیا وہ عورت کا زندہ کرنا تھا۔ اسلام نے عورتوں کو نیچرل طریقہ پر زندہ کیا۔ مرد سے اسکے حقوق دلوائے۔ اور دنیا میں اسکی بود و باش کے لئے مرد کے برابر جگہ مہیا کر دی۔

موجودہ یورپ میں عورت کی جو شان پیدا ہوئی ہے اور ان یورپین لوگوں نے جو پرستش عورتوں کی شروع کی ہے۔ اور جو فوق العادت اختیارات عورتوں کو مرد پر دئے ہیں یہ اَن نیچرل ہیں۔ خلاف فطرت ہیں۔ ان سے انسانیت کی ترازو اور زندگی کے پلڑے برابر نہیں رہ سکتے۔ اس بے سروپا آزادی اور عورتوں کی خود مختاری سے وہ بے شرمیاں اور بےحیائیاں پیدا ہوتی ہیں جنکو اسلام نے مٹایا تھا اور جن کو تبرج جاہلیۃ کا خطاب دیا تھا۔

یہ سبب عورت پر یہ ظلم ہے کہ گھر کے اندر قید رہ کر دنیا کی دید سے اس کو محروم رکھا جائے۔ مرد سب کچھ کرے۔ عورت کچھ بھی نہ کر سکے۔

مگر نئی روشنی کا یہ دستور پرانی روشنی کے اس ظلم سے بھی بدتر ہے کہ عورت جو چاہے کرے مرد کو اسمیں دخل دینے کا کچھ حق نہیں۔ عورت خاوند کی مرضی یا اطلاع کے بغیر غیر مردوں سے ملے جلے۔ اُن کے ساتھ تخلیہ میں رہے مشتبہ اور ناقابل اطمینان مقامات کی سیر کرتی پھرے اپنے حسن کی نمائش میں رات دن مصروف رہے اور مرد ان سب باتوں میں اسی طرح صبر و سکوت سے کام لیں جسطرح پرانی روشنی کی مظلوم عورتیں مردوں کے آگے خاموش و بےبس ہوتی ہیں۔

عورت کا پردہ کرنا اور طبع مرد میں خلل ڈالنیوالی زیبائش کا چھپانا قاعدہ اسلام کے جو پورا دستور فطرت ہے۔ بالکل موافق ہے۔

جو پردہ پرانی روشنی کا ہے یہ بھی غلط اور لغو ہے اور جو بےپردگی نئی روشنی نے اختیار کی ہے یہ بھی اَن نیچرل اور بیہودہ ہے۔

اسلام کی فطرتی رفتار کے دونوں خلاف ہیں۔ فطرت نے جو اسلام کی زبان اسلام کی آنکھ ہے اسلام کا دل ہے۔ اسلام کا دماغ ہے۔ مردوں کو عورتوں پر فوقیت دی ہے۔ بیشمار باتوں میں مرد عورت سے ممتاز ہے انسانوں ہی کا مرد نہیں حیوانوں اور جانوروں میں بھی مرد کی شناخت عورت سے اعلیٰ اور برتر پائی جاتی ہے۔

مرد جانور

فطرت کائنات پر غور کرو۔ جسقدر نر جانور ہیں وہ مادہ جانوروں سے زیادہ حسین و خوبصورت ہوتے ہیں۔ دیکھا نہیں چڑا اپنی چڑیا کی مقابلہ میں کیسے لال لال اور بہو بدار پروں کا لباس رکھتا ہے۔ مور کو دیکھو جو چونچ سے لیکر پاؤں تک حسن کا پتلا ہے۔ مگر اسکی مورنی بیچاری بالکل بدشکل بھونڈا کیا چکر ادھر مٹی ہے۔ اور لیبودنی کیسی خاکی نما بدصورت لال کسقدر پیارا لگتا اور لال جوڑا لیکر پیدا ہوا ہے۔ اور اسکی مادہ بیدڑی کتنی بدنما ہے۔ مرغ کی تاجداری و خوشنمائی کو دیکھو۔ اور اسکی مادہ مرغی پر نظر ڈالو۔ بیچاری از حد بدصورت ہے۔ لونڈرو کا گلا گلابی سُرخ اور پیارا ہوتا ہے۔ اور اسکی مادہ سفید ہی سادی خاکی رنگ کی۔ شیر کی صورت اور شیرنی کی شکل میں زمین و آسمان کا فرق ہے شیر کی گردن شیر کا چہرہ شاندار اور مردانہ حسن رکھتا ہے۔ اور شیرنی اس سے محروم ہے بکرا لمبے سینگ لمبی داڑھی اونچے قد کا بکریوں میں الگ ممتاز معلوم ہوتا ہے۔ غریب گائیں اپنے نر سانڈ کے سامنے کیسی بدصورت اور نادان ہیں۔ نر گھوڑا مادہ گھوڑیوں میں حسین و برگزیدہ نظر آتا ہے۔

اسی طرح جس قدر غور کرو گے اشیائے کائنات میں نر کی فوقیت کی بیشمار مثالیں پائی جائینگی۔

آدمیوں میں بھی مرد کا حسن عورت کے حسن سے زیادہ ہے۔ مرد کے جذبات عورت کے جذبات سے اعلیٰ ہیں۔ مرد کا حسن دیرپا ہے۔ مرد کی قوت فطرتاً آخر عمر تک قائم رہتی ہے۔ اور عورت چند سال میں اپنے حسن و جمال و جذبات شباب سے محروم ہو جاتی ہے۔

محبوب مرد ہے

جو لوگ یورپ کی دیکھا دیکھی زنانہ حسن کی واہ واہ کرتے ہیں وہ فطرت کی نظر میں خوشامدی زنانہ ہیں۔ انہوں نے اسکی حقیقت اور منشا پر توجہ ہی نہ کی ورنہ وہ جان جاتے کہ مرد کو جو میلان قدرتی طور سے عورت کی طرف ہے وہ بقائے نسل اور ترقی نسل کے واسطے ہے۔ اس لئے نہیں کہ مرد اس جذبہ شہوانی کو عشق کا نام دیدیں اور تفوق عشق کو ہوس نفس میں غرق کر کے غلیظ اور گندہ بنا دیں۔

نسلی تعلق اور ہے اور محبت اور ہے۔ قرار نسل کیلئے نیچر نے مرد کو عورتوں کی جانب میلان یکطرفہ نہیں دیا بلکہ عورتوں میں بھی یہ مادہ رکھا گیا ہے۔ کہ وہ مرد کو حاصل کر کے نسل بڑھائے۔

اس سے مرد کی فوقیت میں فرق نہیں آتا۔ یہاں یہ سمجھنا کوتاہ فہمی ہے کہ عورت قدرتاً محبوب ہے۔ نہیں ہرگز نہیں۔ مرد کو عورت پر فضیلت ہے۔ مرد عورتوں کا قدرتی محبوب ہے۔ قرآن نے سچ کہا کہ مرد عورتوں پر قوام ہیں۔ اور اس سے مرد کی نیچرل فوقیت معلوم ہوتی ہے۔

قرآن میں مرد کی محبوبیت

لیکن تمکو حیرت ہوگی کہ قرآن نے بھی مرد کی محبوبیت کو

تسلیم کیا ہے۔ یوسفؑ کو محبوب اور زلیخا کو محب فرمایا ہے۔ یہ کھلا ہوا ثبوت قرآن کی نیچر شناسی کا ہے یا کھلی ہوئی دلیل اسکی ہے کہ قرآن فطرت و نیچر کا متن ہے اور اسمیں کوئی بات خلاف فطرت نہیں۔

پس جو لوگ مسلمان کہلا کر یورپ کے نفسانی و شہوانی فلسفۂ ازدواج کی ریس کرتے ہیں۔ اور عورت کو مرد پر فوقیت دیتے ہیں۔ وہ اپنے قرآن کے خلاف چلتے ہیں اور خدا کی فطرت و نیچر سے انحراف کرنا چاہتے ہیں۔

عورت مرد کی ماتحت ہے۔ عورت پر مرد کی خوشی و رضا جوئی لازم ہے۔ عورت کا یہ حق نہیں ہے کہ وہ مرد پر حکومت کرے مردوں کی نامردی ہے جو وہ عورتوں کے سامنے جھکتے ہیں۔ اور ان کی اسطرح اطاعت کرتے ہیں جس طرح ہندوستان کی جاہل عورتیں مردوں کی کیا کرتی ہیں۔ نئی روشنی نے حیا مردوں کو بگاڑا ہے اور عورتوں کے آگے ان کو ذلیل کیا ہے۔ اسی طرح پرانی روشنی میں عورت کی حالت خراب ہے۔ یہاں مرد عورتوں کو لونڈی یا گھاس پھوس سمجھتے ہیں۔

یہ دونوں غلط راستے پر ہیں۔ اسلام نے اور نیچر فطرت نے ان دونوں راستوں سے روکا ہے۔ اس نے عورتکو خدا کے سامنے مرد کے برابر کا بیان کیا ہے کیونکہ جسقدر ارکان مذہب ہیں ان میں عورت مرد کو یکساں حقوق ملے ہیں۔

مگر زندگی دنیا میں انکو رہائش و بود و باش میں عورتکو مرد کا تابعدار بنایا گیا ہے۔ وراثت دنیا کی چیز ہے۔ اسمیں عورتکا حصہ نصف ہے۔ نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، کلمہ دین کی چیزیں ہیں لہذا انمیں وہ مرد کے برابر ہے۔

عورت نیچرل آزاد ہے

مرد کی ماتحتی کے یہ معنی نہیں ہیں کہ عورتونکو لونڈیاں سمجھا جائے۔ اور انکی آزادی سلب کر لیجائے۔ عورتیں فطرتاً آزاد ہیں۔ انکو دنیا میں چلنے پھرنیکا حق ہے۔ انکو مرد کی برابر آسائش جسم حاصل کرنیکے اختیارات اسلام و نیچر نے دئے ہیں کسی مرد کو جائز نہیں ہے۔ جو حریت نسواں میں مداخلت کرے۔ عورتونکو ناقص العقل کہا جاتا ہے یہ بالکل غلط ہے۔ عورت ناقص العقل ہے تو مرد ناقص الکل۔ کیونکہ سب مرد عورتونکی گود میں پلتے ہیں۔ عورت ناقص العقل قرار پائیگی تو مرد ناقص الکل ہو جائینگے عورت کامل العقل ہے۔ اگر مرد اسکو اس حدیث پر عمل کرنے دیں۔

طلب العلم فریضة علیٰ کل مسلم و مسلمة

عورتونکی تعلیم کے جو مخالف ہیں وہ حکم خدا و رسول کے مخالف ہیں تحصیل علم مردوں اور عورتوں پر یکساں فرض ہے۔ وہ تعلیم حاصل کریں اور پوری تعلیم حاصل کریں تو کبھی ناقص العقل نہ کہلائے۔

مردونکی برتری کے اسلام و نیچر نے فتوے دئے ہیں مگر یہ نہیں کہا کہ عورتونکو جانور سمجھو۔ انکو گھر کے جیلخانے میں قید کر دو بلکہ اسلام کا مطلب یہ ہے کہ یورپ کی سی آزادی و خود مختاری بیشرمی و بے حیائی سے انکو بچاؤ جو کہ یہی تبرج جاہلیت ہے۔

نیچرل پردہ

اس مضمون کا حاصل مقصود پردہ تھا۔ مگر وہ سمجھ میں نہ آتا۔ جب تک گرد و پیش کی بحث نہ ہوتی۔

جو پردہ نئی روشنی والے چاہتے ہیں۔ یا جس بے پردگی کا رواج یورپ میں ہے اور اسکی تقلید نئی روشنی کی پیش نظر ہے وہ بالکل خلاف نیچر اور مخالف اسلام ہے۔ خدا و رسولؐ نے اس سے منع کیا ہے۔ عورت اپنی زیبائش کے چھپانے اور عفت و عصمت کے بچانے پر مامور ہے۔ اسکو اجازت نہیں ہے۔ کہ اپنے حسن کی داد نامحرم مردوں سے لے۔ اسکو حکم نہیں ہے کہ غیر مردونکی صحبت میں علانیہ ماری ماری پھرے۔ اسکو اپنے ذمہ دار مردونکا کہنا ماننا اور نامحرموں سے پردہ کرنا لازم ہے۔ مگر گھر میں قید رہنے کا پردہ نہیں۔ وہ بازارونمیں جاسکتی ہے۔ وہ دنیا کی سیر کو باہر نکل سکتی ہے۔ مرد اس کو اس اسلامی عطیہ سے محروم کرنے کے مجاز نہیں ہیں لیکن اس پر فرض ہے۔ کہ اس طرح باہر نکلے کہ اس کے حسن جسمانی اور حسن لباس کی نمائش نہ ہو۔ وہ یورپین عورتونکی مثل اپنی سیر دکھانے باہر نہ جائے بلکہ خود دنیا کو دیکھنے نکلے۔ وہ سب کو دیکھے۔ اُسے یا اُس کی رخنہ فگن حالتوں کو کوئی نہ دیکھے۔

جو لوگ عورتوں کو گھروں کی اونچی اونچی دیواروں میں خدا کی ہوا اور روشنی سے محروم کرکے مقید رکھتے ہیں وہ گنہگار ہیں۔ ہندوستان کا موجودہ پردہ اسلام کے خلاف ہے۔ اور یورپ کی موجودہ بے پردگی بھی اسلام کے خلاف ہے۔ ان دونوں کے وسط میں ایک راستہ موجود ہے۔ اس پر چلنا چاہیئے۔

مطالعۂ فطرت سے پردہ کے بے شمار ثبوت ملتے ہیں۔ پہلا اور سب سے بڑا ثبوت تو یہ ہے کہ خدا پردہ میں ہے۔ گو وہ ہر شے کے اندر موجود ہے مگر نگاہ غیر سے مخفی ہے۔ اسمیں اشارہ ہے اسکا کہ عزت دار اور عصمت دار چیز کو اجنبی آنکھوں سے چھپانا چاہیئے جن کی نظر غیر اور اجنبی نہیں ہے۔ وہ خدا کو بے پردہ دیکھتے ہیں۔ جو نامحرم ہیں ان کو پردہ کے علاوہ کچھ نظر نہیں آتا۔

عورت آدمی کی ناموس ہے۔ عورت پر آدمی کی غیرت و حمیت کا مدار ہے۔ اسلئے خدا نے خود پردہ کرکے دکھایا۔ کہ عورتوں کو پردہ میں رکھنا چاہیئے کہ بے پردگی سے رعب زندگی اور وقار ہستی جاتا رہتا ہے۔

تلوار غلاف میں رہتی ہے۔ ہر وقت برہنہ رہے تو اس کی ہیبت مفقود ہو جائے۔ توپ کا گولہ۔ بندوق کی گولی۔ نال کے پردہ میں آگ لیتی ہے۔ اور آگ کا برقعہ اوڑھکر باہر نکلتی ہے سمندر کے میلے جھاگ اوپر بے پردہ تیرتے ہیں۔ موتی تہ میں پردہ کے اندر رہتے ہیں۔ ہر جانور کی دُم جسم کے اسی حصہ پر لگائی گئی ہے جہاں سے قابل پردہ مقام دُم کے پردہ میں مخفی رہیں۔ جانوروں کا پردہ صرف اسی قدر ہے۔ تاہم اس سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ نیچر فطرت شرم و حیا کی کسقدر حامی و طرفدار ہے جس قدر پھول اور پھل ہیں۔ ان پر ایک برقعہ ہوتا ہے گلاب۔ چنبیلی۔ موتیا۔ غرض جتنے پھول دیکھو گے۔ ان کے اوپر سبز رنگ کا ایک برقعہ نظر آئیگا یہ برقعہ پھول کے چہرہ کو

نہیں جیسے کہ [illegible] اپنے معنے کو پوشیدہ رکھنا ہے۔ یہ موسم خزاں ہے۔ درختوں کی پت جھڑ ہوتی ہے۔ یعنی درختوں کے پرانے پتے ہو کر سوکھ کر گرتے ہیں۔ ذرا باغ میں اور جنگل میں جا کر دیکھو کہ پھر اس خزاں میں پردہ کی بابت کیا فتوے دیتی ہے۔

تم دیکھو گے کہ بعض درخت تو بالکل برہنہ ہو جاتے ہیں یعنی انکے تمام پتے جھڑ جاتے ہیں اور ٹہنیاں ننگی ہو جاتی ہیں۔ جب نئے پتے پیدا ہوتے ہیں۔

اور بعض ایسے ہیں کہ پرانے پتے خشک ہو کر گرتے جاتے ہیں۔ اور نئے پتے اُن کی جگہ نکلتے آتے ہیں۔ درخت ننگا نہیں ہونے پاتا کہ قدرت اُسکو دوسرے نئے کپڑے پہنا دیتی ہے۔

ہم نے خود چار درختوں پر توجہ کی تو ایک عجیب انکشاف ہوا نیم اور پیپل کے پتے بالکل گر گئے۔ بڑ سراسر برہنہ ہو گیا۔ مگر املی۔ کھرنی جامن کے پتے بالکل صاف نہیں ہوئے۔ پرانے پتے گر گئے اور نئے نکلتے رہے۔ قدرت نے ان درختوں کو ایک دم برہنہ نہ کیا۔ یعنی ان کا پردہ برقرار رکھا۔ ہماری زبان میں بڑ پیپل نیم مذکر ہیں۔ اور کھرنی املی مؤنث کہلاتے ہیں۔ کہ قدرت نے مؤنث کے پردہ کا درخت میں بھی خیال رکھا۔ مگر یہ محض ایک حسن ظن ہی ہے ورنہ درختوں کی تذکیر و تانیث تو ہماری زبان کی تراشیدہ ہے۔ پس اس سے سند لانی فضول ہے۔ تاہم اس اشارہ سے طبائع کو سلیم فطرت پر غور کرنے کا موقع ضرور پیدا ہوگا۔

قصہ مختصر مجمل پردہ یہ ہے کہ عورت گھر کے اندر بھی نامحرموں سے اپنی زیبائش و صفت کو پوشیدہ رکھے اور باہر بھی اور مرد اسکو باہر نکلنے اور چلنے پھرنے کی مخالفت نہ کریں کہ یہ حرکت اسلام کے خلاف ہے۔ اور عورت کے حقوق معاشرت میں ناروا مداخلت ہے +

(اسوہ حسنہ)

مجرب دوائیں طلب فرمائیں

۱۔ **شربت فولاد**۔ جو طاقت اور خون صالح پیدا کرتا ہے قوت ہاضمہ کو قوی کرتا ہے۔ اعضائے رئیسہ کو تقویت بخشتا ہے فی بوتل کلاں عہ

۲۔ **شربت دافع قبض**۔ قبض کو رفع کرتا ہے اور بلا کسی ضعف و کمزوری کے اجابت بافراغت روزانہ ہو جاتی ہے کسی قسم کا پرہیز نہیں۔ فی بوتل کلاں ۳؍

۳۔ **چٹنی**۔ نہایت خوش ذائقہ ہے۔ غذا کو ہضم کرتی اور اشتہا کو بڑھاتی ہے۔ فی سیر عہ

۴۔ **بخار کی گولیاں**۔ یہ گولیاں ہر قسم کے بخار کو دور کر کے خون کو صاف کرتی ہیں اور قبض نہیں ہونے دیتیں۔ فی درجن ۴؍

۵۔ **حب قبض کشا**۔ ہر قسم کی قبض کو دفع کرتی ہیں۔ اور بھوک لگاتی ہیں۔ فی درجن ۴؍

۶۔ علاوہ ازیں ایسے مایوس مریضوں کا جنکے اولاد نہیں ہوتی۔ اور تمام عمر علاج کرتے کرتے گذر گئی۔ اور پھر ناکام رہے۔ خدا کے فضل سے اگر وہ اپنا علاج مجھ سے شروع کر دیں تو انشاءاللہ اُس قادر مطلق کے فضل سے اور مسیح موعودؑ کے صدقے سے انکے گھر اولاد ہو گی۔ مفصل حالات لکھکر بھیجدیں انکا علاج کیا جائیگا۔ اور کامیابی خدا کے فضل سے ضرور ہو گی۔ خدا کی ذات سے نا اُمید ہونا مومن کی شان نہیں۔ حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ بنصرہٖ نے اس عاجز کے تیار کردہ شربت فولاد اور چٹنی کا استعمال فرمایا ہے۔ ہر دو ادویات کو مفید پا کر ارشاد کیا ہے۔ کہ میری تیار کردہ ادویات کو حاجتمند ضرور استعمال کریں۔ میں اور دوائیں بھی تیار کرتا ہوں۔ جنکی تفصیل مفصلہ ذیل پتہ سے خط و کتابت کرنے پر معلوم ہو سکتی ہے۔ ادویات مندرجہ بالا سریع التاثیر اور مفید ہیں۔ محصولڈاک بذمہ خریدار۔ پتہ جہانتک ممکن ہو صاف لکھا کریں تاکہ خط و کتابت میں تکلیف نہ ہو

ملنے کا پتہ حکیم نور احمد احمدی امنہ ڈاکخانہ اکولہ ضلع برار

حضرت مسیح موعود علیہ السلام

اور آپؑ کے خلیفہ اول حضرت مولانا مولوی نورالدین صاحب رضؓ کا مصدقہ ممیرا اور حضرت خلیفہ اول کا بتایا ہوا

سرمہ ممیرا اور ست سلاجیت

اصلی ممیرا ایک ایسی چیز ہے۔ جو امراض چشم کے لئے بہت مفید ہے میں نے حضرت مسیح موعودؑ کے حضور ایک مجمع کے سامنے مسجد مبارک میں ممیرا پیش کیا۔ آپؑ نے اسے بہت پسند فرمایا۔ اور فرمایا کہ یہ وہ چیز ہے جس سے لوگ ہزاروں روپیہ کماتے ہیں میں نے حضورؑ کی اجازت کے بعد سلسلہ کے اخبار بدر و الحکم اور رسالہ میگزین میں اسے شائع کیا۔ اور خدا کا شکر ہے کہ بہت لوگوں نے اس سے فائدہ اٹھایا۔ الحمد للہ علی ذالک۔

میں اس سرمہ اور ممیرا کو ہمیشہ اسی نیت سے مشتہر کرتا ہوں کہ حضرت مسیح موعودؑ کا مصدقہ ہے اور نسخہ سرمہ حضرت خلیفہ اول رضؓ کا تجویز کردہ ہے۔ جو لوگ امراض چشم میں مبتلا ہیں یا حفظ ماتقدم کے طور پر حفاظت چشم چاہتے ہیں۔ وہ اس سرمہ کو استعمال کریں۔ حضرت حکیم الامۃ نے اسکے متعلق فرمایا ہے "برائے امراض چشم بسیار مفید است"۔ یہ سرمہ دھند جالا۔ پھولا۔ پڑوال۔ [illegible] اور سرخی چشم و ابتدائی موتیا بند و دیگر امراض کیلئے مفید ہے قیمت سرمہ اوّل فی تولہ ۸؍ اصلی ممیرا کی قیمت فی تولہ [illegible] یہ سرمہ جنکی آنکھیں دکھتی ہیں انکیلئے بہت مفید ہے۔ اور مجرب اور مقوی بصر ہے خصوصاً طلباء کے لئے۔

ست سلاجیت۔ محیط اعظم سے نقل کیا ہے جسکی عبارت یہ ہے مقوی جمیع اعضا نافع سرعت مشتہی طعام قاطع بلغم و ریاح دافع بواسیر و جذام و استسقاء زردی رنگ و تنگی نفس و دق [illegible] فساد بلغم و قاتل کرم شکم مفتت سنگ گردہ و مثانہ و سلسل البول و سیلان منی و دیوست و درد مفاصل کیلئے بہت مفید ہے بقدر دانہ نخود ہمراہ دودھ استعمال کریں قیمت قسم اول فی تولہ [illegible]

المشتہر

احمد نور کابلی تاجر مہاجر قادیان۔ پنجاب

(فاروق پریس قادیان میں باہتمام ایم قاسم علی پرنٹر و پبلشر چھپکر فاروق منزل سے شائع ہوا)